مناقب سیّد الشہداء

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

مع

مثنوی شہِ گلگوں قبا

از تصنیفات
صاحبزادہ پیر ابوالحسن واحد رضوی

کتاب محل

Marfat.com

Marfat.com

مناقب سیّد الشہداء

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

مع

مثنوی شہِ گلگوں قبا

از تصنیف
صاحبزادہ پیر ابو الحسن واحد رضوی

کتاب محل

DATA ENTERED

Marfat.com

297.931

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب : مناقب سید الشہداء

از تصنیفات : صاحبزادہ پیر ابو الحسن واحد رضوی

سن طباعت : ۲۰۱۸ء

قیمت : 250

کتاب محل

نئی و پرانی عربی، فارسی، اُردو اور انگریزی کتب کا مرکز

اپنی کتابیں پرنٹ کروانے کیلئے رابطہ فرمائیں

مسودہ دیں تیار کتاب لیں

0300-4827500, 0321-8836932
0348-4078844, 0311-7004893

دربار مارکیٹ لاہور

Marfat.com

انتساب

ہر اُس شخص

کے نام

جو اہلِ بیت اور صحابہ کرام

(رضوان اللہ علیہم اجمعین)

کی محبت سے سرشار ہے۔

Marfat.com

فہرستِ مندرجات

تقریظ — صاحبزادہ پیر محمد اکرام علوی قادری — ۵

کتابِ اوّل: مناقبِ سید الشہدا

تمہید — ۷

فصل (۱) — ولادت، نام، کنیت، القاب، حلیہ — ۸

فصل (۲) — تعلیم و تربیت — ۹

فصل (۳) — اخلاق و شمائل — ۱۱

فصل (۴) — فضائل و مناقب — ۱۴

فصل (۵) — کلام امام: اشعار و اقوال — ۲۰

فصل (۶) — اولاد عظام — ۲۳

فصل (۷) — اسباب شہادت اور شہادت — ۲۵

فصل (۸) — واقعات بعد شہادت — ۸۸

فصل (۹) — تجہیز و تکفین اور تدفین — ۹۷

خاتمہ — ۹۸

کتاب دوم: مثنوی شہِ گلگوں قبا

تعارف و تاثرات — ڈاکٹر مشاہد حسین رضوی — ۱۰۱

آغاز مثنوی — ۱۱۵

Marfat.com

تقریظ

از پیر طریقت حضرت علامہ صاحبزادہ ابوالحامد

پیر محمد اکرام علوی قادری حفظہ اللہ تعالیٰ

آستانہ عالیہ ریاض آباد شریف، نیو ٹاؤن، اٹک، پاکستان

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

الحمد للہ ربّ العالمین والعاقبۃ للمتّقین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّدنا محمّد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین، امّا بعد:

زیرِ نظر کتاب ''مناقبِ سید الشھداء'' (حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ) برادر عزیز صاحبزادہ پیر ابوالحسن واحدؔ رضوی حفظہ اللہ کی ایک مختصر مگر جامع تصنیف ہے۔ "برادرم" نے کتاب کو اوّل تا آخر بہت ہی خوبصورت انداز میں مرتب کیا ہے۔ جس پر وہ بجا طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔

مندرجاتِ کتاب میں ایک حصہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے

Marfat.com

سوانح اور فضائل و مناقب پر مشتمل ہے جب کہ دوسرے حصے میں اسباب شہادت اور واقعات شہادت کو بیان کیا گیا ہے۔ تا کہ اہل محبت، مختصر وقت میں امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی سوانح اور واقعاتِ شہادت کا مطالعہ کر سکیں۔ فقیر سمجھتا ہے کہ جہاں بڑی بڑی کتابوں کی اپنی افادیت ہے وہاں مختصر کتابوں کی نفع رسانی بھی کچھ کم نہیں۔ بلکہ آج کے مصروف ترین دور میں ایسی مختصر کتابوں کی ضرورت، پہلے سے بہت بڑھ گئی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر موضوع پر، ضخیم کتابوں کے ساتھ ساتھ مختصر مگر جامع کتابیں بھی تصنیف کی جائیں۔ تا کہ نسل نو، زیادہ سے زیادہ اپنی تاریخ اور اسلاف سے روشناس ہو سکے۔ اور اپنی زندگیوں کو ان کی تعلیمات کے مطابق، بسر کر سکے۔

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ برادر عزیز کی اس سعی کو قبول فرمائے۔ اور اہل اسلام کو اس کتاب سے نفع پہنچائے۔ **واللہ ولی التوفیق ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

دعا گو و دعا جو

فقیر ابو الحامد محمد اکرام علوی قادری

Marfat.com

کتابِ اوّل

مناقبِ سیّدُ الشّہدا

(حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ)

تمہید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله مالك الكونين والصّلوٰة والسّلام علىٰ جدّ الحسن والحسين سيّدنا محمّد وعلىٰ آله وصحبه أجمعين، أمّا بعد:

زیرِ نظر کتاب: ''مناقبِ سید الشہداء''، حضرت امام عالی مقام،، شہزادۂ گلگوں قبا، راکب دوش مصطفیٰ، جناب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مختصر سوانح، فضائل و مناقب اور بیانِ شہادت پر مشتمل ہے۔ مشمولاتِ کتاب میں اختصار کا اہتمام کیا گیا ہے تا کہ اہل محبت، ایک یا دو نشستوں میں اس کا مطالعہ کر سکیں۔

اہل علم و فن سے التماس ہے کہ اگر کتاب میں کہیں کوئی فرو گزاشت ملاحظہ فرمائیں تو مصنف کو آگاہ کریں تا کہ آیندہ اشاعت میں اس کی تصحیح ہو سکے۔ واساله سبحانه ان يجعل عملى هذا خالصاً لوجهه الكريم، وان ينفع به إخوانى من اهل المودة، إنه علىٰ كل شئ قدير۔ والحمد لله رب العالمين والصلوٰة علىٰ سيد المرسلين۔

Marfat.com

فصل (۱)

ولادت، نام، کنیت، القاب اور حلیۂ مبارکہ

سید الشہداء، سبط مصطفیٰ، حضرت امام عالی مقام، امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ۵ شعبان المعظم ۴ھ بروز منگل مدینہ منورہ میں ہوئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر پڑھی اور منہ میں لعاب دہن شریف ڈالا۔ گویا پہلے دن سے ہی مے عرفان کا جام شیریں پلا کر لذت ایمان وایقان سے سیراب فرمادیا۔ دودھ پلانے کا شرف، حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی زوجۂ عالیہ حضرت ام الفضل بنت الحارث کو حاصل ہوا۔ ساتویں دن شہزادۂ عالی وقار کا ایک گوسفند سے عقیقہ کیا گیا۔

امام عالی مقام کا نام: حسین اور کنیت: ابو عبد اللہ ہے۔ اور القاب بہت سے ہیں۔ جیسے: المبارک، الطیب، الرشید، سبط الرسول اور ریحانۃ الرسول وغیرہ۔

''حسین'' نام، خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجویز فرمایا جیسا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا نام تجویز فرمایا تھا۔ یہ نام، وحی الٰہی کے مطابق رکھے گئے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے ان دونوں یعنی حسن اور حسین کے نام حضرت ہارون علیہ السلام کے بیٹوں شبر اور شبیر کے نام پر رکھے ہیں۔ (الصواعق المحرقہ)

Marfat.com

عمران بن سلیمان سے روایت ہے کہ حسن اور حسین اہل جنت کے ناموں سے دو نام ہیں جو کہ زمانۂ جاہلیت میں نہ تھے۔(الشرف المؤبد)

حضرت مفضل سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حسن اور حسین کے ناموں کو پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں نواسوں کے نام حسن اور حسین رکھے۔

حلیۂ مبارکہ آپ کا یوں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ سینہ سے قدم مبارک تک بالکل رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔چہرہ،اس قدر حسین و جمیل تھا کہ جو زیارت کرتا آپ کا شیدا ہو جاتا۔

امام احمد نے مولیٰ علی کرم اللہ وجھہ الکریم سے روایت کی ہے فرمایا کہ حسن سینے سے لے کر سر تک، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے اور حسین اس سے نچلے حصے میں آپ سے مشابہت رکھتے تھے۔(البدایہ والنھایہ، جلد ۸)

فصل (۲)

تعلیم و تربیت

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی رفعتِ شان اور بلندیِ مرتبت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ آپ نے آغوش رسالت میں تربیت پائی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو جس انداز سے پروان چڑھایا وہ بلاشبہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہزادے کی ایسی تربیت فرمائی کہ ہر آنے والا دن آپ کے اوج و عروج کی خبر دیتا رہا۔یہ رسولی مکتب کی تربیت ہی کا اثر تھا کہ پوری زندگی میں، آپ کا ہر

Marfat.com

عمل، جدا گانہ اور منفرد رہا۔ حسن صورت تو ودیعت تھا ہی، تعلیم و تربیت کے بعد، حسن سیرت میں بھی کوئی کمی نہ رہی۔ آپ بچپن ہی سے تمام اخلاق عالیہ اور اوصاف حمیدہ سے مزین ہو گئے۔ ہر ہر ادا ایسی کہ فرشتوں کو بھی رشک آئے۔

رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی تربیت کے علاوہ، مولیٰ علی شیر خدا کرم اللہ وجھہ الکریم اور سیدہ کائنات خاتون جنت جناب فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی صحبت نے آپ کو عقل و دانش اور فہم و فراست کا وہ نور عطا فرمایا کہ جس کی روشنی سے نہ صرف وہ خود مستنیر ہوئے بلکہ تا قیامت آنے والی نسل انسانی کو بھی اس روشنی سے منور فرما دیا۔ بلاشبہ آنے والا ہر دور، آپ کے انوارِ عرفان سے جگمگاتا رہے گا۔

مولیٰ علی کرم اللہ وجھہ الکریم نے اپنے شہزادگان کی تعلیم و تربیت میں خصوصی توجہ دی اور مختلف مواقع پر نصیحتیں فرمائیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کو مخاطب فرماتے ہوئے ایک موقع پر چند اشعار کہے۔ جن سے علوی تعلیم و تربیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اشعار کا مفہوم یہ ہے:

اے حسین! عقلمند وہی ہے جو ادب پذیر ہے۔ جو کچھ بھی طلب کرو حسن و خوبی سے طلب کرو! صرف مال و دولت کو اپنی کمائی نہ سمجھو! بلکہ خدا کے خوف اور اس کی خشیت کو اپنی کمائی جانو! یہ مال دولت تو آنے جانی والی چیز ہے۔ اور روزی اپنے وقت پر میسر ہو کر رہتی ہے۔ اے فرزند! بلا شبہ قرآن میں نصیحتیں ہیں۔ خوب ذوق و شوق اور حسن سعی کے ساتھ قرآن حکیم کی تلاوت کرو!

Marfat.com

جو کچھ بیان کیا جائے اس کو کان لگا کر سنو! بلند و بلا معبود کی عبادت بھی اخلاص سے کرو! ہمیشہ رہنے والی خوبی اور کرامت سے اپنے آپ کو مزین کرو! اپنے دوست کے ساتھ نہایت لطف اور مہربانی سے پیش آؤ۔ اس کے ساتھ ایسے ہو جاؤ جیسے ایک باپ اپنی اولاد پر مہربان ہوتا ہے۔

فصل (۳)

اخلاق و شمائل

جو ہستی خانوادۂ رسول کی چشم و چراغ ہو۔ جس کے شب و روز، رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربارِ دُربار میں گزرتے ہوں، اس کے اخلاق و شمائل کے حسن و رفعت کا بھلا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ بہت ہی رحم دل، کریم و سخی تھے۔ عادات و خصال میں بلا کی انفرادیت اور بلا کا جمال تھا۔ سائل کے ساتھ ہمدردی سے پیش آنا اور بعض اوقات اپنا کھانا بھی اسے پیش کر دینا، آپ کا معمول تھا۔ خود فاقہ کر لیتے مگر سائل کو محروم تمنا نہ کرتے۔

سخاوت و عنایت اور جود و کرم میں آپ کی ذات بے مثال تھی۔ چناں چہ ایک بار آپ کی خدمت میں ایک بدوی آیا اور عرض کیا کہ میں نے آپ کے نانا جان سے سنا ہے کہ جب تم کسی حاجت کے خواستگار ہو، تو چار شخصوں میں سے ایک سے درخواست کرو! یا تو کسی شریف عربی سے، یا کسی شریف آقا سے، یا کسی حافظ قرآن سے، یا کسی ملیح شخص سے، اور یہ چاروں صفات، آپ میں بدرجۂ

Marfat.com

اتم پائی جاتی ہیں اس لیے کہ سارے عرب کو اگر شرافت ملی ہے تو آپ ہی کے گھرانے سے ملی ہے۔اور سخاوت آپ کا جبلی وصف ہے۔رہا قرآن تو تو وہ آپ ہی کے گھر اترا ہے۔اور ملاحت کے متعلق میں نے آپ کے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب تم مجھے دیکھنا چاہو تو حسن و حسین کو دیکھ لو! بدوی کی یہ گفتگو سن کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ نیکی بقدر معرفت ہوا کرتی ہے۔ میں تجھ سے تین مسئلے پوچھتا ہوں اگر تو نے ان میں سے ایک کا جواب دیا تو اس تھیلی کا تیسرا حصہ تیری نذر ہے۔ اور اگر دو کا جواب دیا تو دو حصے تیرے ہوں گے۔اور اگر تینوں کا جواب دے دیا تو ساری تھیلی تیری نذر کر دوں گا۔ بدوی نے کہا کہ ارشاد فرمائیں! آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمام اعمال میں سے کون سا عمل افضل ہے؟ اس نے کہا خدا پر ایمان لانا۔دوسرا سوال کہ بندہ کی ہلاکت سے نجات کس چیز سے ہے؟ انھوں نے جواب دیا خدا پر توکل کرنے میں۔ تیسرا سوال بندہ کو زینت کس چیز سے حاصل ہوتی ہے۔انھوں نے جواب دیا علم سے جس کے ساتھ عمل و بردباری بھی ہو۔اور اگر کسی شخص میں یہ اوصاف نہ ہوں؟ تو انھوں نے کہا کہ اس کے پاس وہ مال ہونا چاہیے جس میں سخاوت ہو۔ آپ نے فرمایا اگر کسی کے پاس ایسا مال نہ ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ فقر، جس میں صبر ہونا چاہیے۔اگر کسی میں ایسا فقر نہ ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ پھر اس کے لیے جلانے والی بجلی چاہیے۔ان جوابات سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہنس پڑے اور اس کو پوری تھیلی عطا کر دی۔(نزھۃ، تذکرہ)

Marfat.com

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی رحمدلی، شفقت اور در گزر کا اندازہ، اس واقعہ سے بخوبی ہوتا ہے۔ ایک روز آپ چند مہمانوں کے کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ غلام گرم گرم شوربے کا پیالہ دستر خوان پر لاتے ہوئے خوف سے کانپا جس کی وجہ سے شوربے کا پیالہ گر کر ٹوٹ گیا اور شوربہ آپ کے رخسار مبارک پر پڑ گیا آپ نے اس کی طرف نگاہ اٹھائی تو اس نے نہایت عجز و ادب سے عرض کی: **والکاظمین الغیظ** آپ نے فرمایا: **کظمت غیظی** میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ غلام نے پھر کہا: **والعافین عن الناس** آپ نے فرمایا: **قد عفوت عنک** میں نے تم کو معاف کر دیا۔ غلام نے پھر کہا **واللہ یحب المحسنین**۔ آپ نے فرمایا: **انت حر لوجہ اللہ** میں نے تجھ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لیے آزاد کر دیا ہے۔ (مسالک السالکین، تذکرہ)

صبر و تحمل میں شاید ہی کوئی آپ کا ثانی ہو۔ واقعہ کربلا اور اس سے پہلے کے مصائب کو ہی دیکھ لیجیے! کیا کیا مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹے۔ مگر امام حسین کے پائے استقلال میں کہیں لغزش نہ آئی۔ ابتدا تا انتہا۔ تسلیم و رضا کا دامن تھامے رکھا۔ اس سے آپ کے صبر و تحمل کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اخلاق و شمائل میں شجاعت ایک منفرد خصلت ہے۔ اس حوالے سے بھی اگر دیکھا جائے تو امام عالی مقام، اپنی مثال نہیں رکھتے۔ ایک روز سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا اپنے دونوں شہزادوں کو لے کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہ! ان دونوں شہزادوں کو کچھ عطا فرمایئے! تو آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

Marfat.com

حسن کو تو میں نے اپنا علم اور اپنی ہیبت عطا کی اور حسین کو شجاعت اور اپنا کرم بخشا۔ (الامن والعلیٰ)

فصل (۴)

مناقب و فضائل

(۱) حُسَیْنٌ مِنِّی وَأَنَا مِنْ حُسَیْنٍ۔

ترجمہ: حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔

(جامع ترمذی، ابواب المناقب)

(۲) عَنْ زَیْدِ بْنِ اَبِیْ زِیَادَۃَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ بَیْتِ عَائِشَۃَ فَمَرَّ عَلٰی بَیْتِ فَاطِمَۃَ فَسَمِعَ حُسَیْنًا یَبْکِیْ فَقَالَ اَلَمْ تَعْلَمِیْ اَنَّ بُکَائَہٗ یُؤْذِیْنِیْ۔

ترجمہ: سیدنا زید بن ابی زیادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی علیہ وسلم ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دولت خانہ سے گزر ہوا امام حسین رضی اللہ عنہ کی رونے کی آواز سنی تو ارشاد فرمایا: بیٹی کیا آپ کو معلوم نہیں! ان کا رونا مجھے تکلیف دیتا ہے۔

(نور الابصار فی مناقب ال بیت النبی المختار)

(۳) عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: اَلْحَسَنُ أَشْبَہُ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ

Marfat.com

علیه وآله وسلم مَا بَيْنَ الصَّدْرِ إِلَى الرَّأْسِ، وَالْحُسَيْنُ أَشْبَهُ بِالنَّبِيِّ صلى الله علیه وآله وسلم مَا كَانَ أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ- رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَحْمَدُ- وَقَالَ أَبُوعِيْسَى : هَذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ-

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن سینہ سے سر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کامل شبیہ تھے اور حضرت حسین سینہ سے نیچے تک حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کامل شبیہ تھے۔'' اس حدیث کو امام ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۴) عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی الله عنه قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم : اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّة.رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ ماجة عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَزَادَ: وَأَبُوْهُمَا خَيْرٌ مِنْهُمَا

ترجمہ: ''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔'' اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ اُن کے والدان سے بہتر ہیں۔

(۵) عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه قَالَ : أَخْبَرَنِي رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم : أَنَّ أَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّة أَنَا وَ فَاطِمَة وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ. قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَمُحِبُّوْنَا؟ قَالَ : مِنْ وَرَائِكُمْ. رَوَاهُ الْحَاكِمُ.وَقَالَ : هَذَا حَدِيْثٌ

Marfat.com

صَحِيحُ الإِسْنَادِ۔

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بتایا کہ سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والوں میں، میں (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ خود)، فاطمہ، حسن اور حسین ہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم سے محبت کرنے والے کہاں ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمھارے پیچھے پیچھے۔'' اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں۔

(٦) عَنِ الْبَرَاءِ رضی الله عنه قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صلی الله عليه وآله وسلم أَبْصَرَ حَسَنًا وَ حُسَيْنًا، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ، إِنِّي أُحِبُّهُمَا، فَأَحِبَّهُمَا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَقَالَ أَبُوعِيْسَى: هَذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

ترجمہ: ''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنین کریمین علیہما السلام کی طرف دیکھ کر فرمایا: اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔'' اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(٧) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله عليه وآله وسلم: مَنْ أَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَدْ أَحَبَّنِي، وَ مَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي. رَوَاهُ ابْنُ ماجة وَالنَّسَائِيُّ وَأَحْمَدُ۔

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے حسن اور حسین علیہما السلام سے محبت کی، اس

Marfat.com

نے در حقیقت مجھ ہی سے محبت کی اور جس نے حسن اور حسین سے بغض رکھا اس نے مجھ ہی سے بغض رکھا۔'' اس حدیث کو امام ابن ماجہ، نسائی اور احمد نے روایت کیا ہے۔

(۸) عَنْ أُمِّ سَلَمَة رضی الله عنها : أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم جَمَعَ فَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا ثُمَّ أَدْخَلَهُمْ تَحْتَ ثَوْبِهِ ثُمَّ قَالَ : اللّٰهُمَّ، هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي - رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ -

ترجمہ: ''ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام کو جمع فرما کر ان کو اپنی چادر میں لے لیا اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(۹) عَنِ ابْنِ أَبِي نَعْمٍ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما وَ سَأَلَهُ عَنِ الْمُحْرِمِ، قَالَ شُعْبَة : أَحْسِبُهُ بِقَتْلِ الذُّبَابِ، فَقَالَ : أَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْأَلُوْنَ عَنِ الذُّبَابِ وَ قَدْ قَتَلُوْا ابْنَ ابْنَة رَسُوْلِ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم، وَقَالَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وآله وسلم : هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا - رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَأَحْمَدُ -

ترجمہ: ''حضرت ابن ابونعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حالت احرام کے متعلق دریافت کیا۔ شعبہ فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں احرام باندھنے والے کا مکھی مارنے کے بارے میں پوچھا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اہل عراق مکھی مارنے کا حکم پوچھتے

Marfat.com

ہیں حالا نکہ انھوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نواسے (امام حسین رضی اللہ عنہ) کو شہید کر دیا تھا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: وہ دونوں (حسن و حسین علیہما السلام) ہی تو میرے گلشنِ دُنیا کے دو پھول ہیں۔'' اس حدیث کو امام بخاری اور احمد نے روایت کیا ہے۔

(۱۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صلی الله عليه وآله وسلم وَمَعَهُ حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ هٰذَا عَلٰى عَاتِقِهِ، وَهٰذَا عَلٰى عَاتِقِهِ وَهُوَ يَلْثِمُ هٰذَا مَرَّةً، وَيَلْثِمُ هٰذَا مَرَّةً، حَتَّى انْتَهٰى إِلَيْنَا، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّكَ تُحِبُّهُمَا، فَقَالَ: مَنْ أَحَبَّهُمَا فَقَدْ أَحَبَّنِي، وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الإِسْنَادِ. وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ: وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ، وَفِي بَعْضِهِمْ خِلَافٌ۔

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ایک کندھے پر امام حسن علیہ السلام اور دوسرے کندھے پر امام حسین علیہ السلام سوار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کبھی ایک کو چومتے کبھی دوسرے کو چومتے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہمارے پاس آ کر رک گئے۔ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! یقینا آپ ان سے (بے پناہ) محبت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ان دونوں سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

Marfat.com

اِسے امام احمد اور حاکم نے روایت کیا ہے اور انھوں نے فرمایا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ امام ہیثمی نے فرمایا: اس کے رجال ثقہ ہیں، بعض کے بارے میں اختلاف ہے۔

(۱۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ علیهما السلام قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: {قُلْ لاَّ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى} (الشوری، 42/ 23) قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَمَنْ قَرَابَتُكَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّتُهُمْ؟ قَالَ: عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالطَّبَرَانِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ -

ترجمہ: "حضرت (عبداللہ) بن عباس علیہما السلام سے مروی ہے: جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی: {قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى} 'فرما دیجیے: میں اِس (تبلیغِ رسالت) پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا مگر (میری) قرابت (اور اللہ کی قربت) سے محبت (چاہتا ہوں)۔' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی قرابت والے یہ لوگ کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے (حسن اور حسین)۔ اِسے امام اَحمد اور طبرانی نے مذکورہ الفاظ سے روایت کیا ہے"۔

دیگر مناقب:

جہاں تک دیگر مناقب کا تعلق ہے جو ہر زمانے میں اہل علم، شعرا، ادبا اور اہل محبت نے تحریر کی ہیں، ان کا تو شمار ممکن ہی نہیں۔ دنیا کی تقریباً ہر زبان میں آپ کے مختلف مناقب اور واقعات شہادت کو منفرد انداز سے تحریر کیا گیا

Marfat.com

ہے۔ باقی زبانوں کے علاوہ بالخصوص عربی، فارسی اور اردو میں تو اس قدر ذخیرہ ہے کہ دیکھنے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں نظم و نثر دونوں اصاف سخن کی کثرت و انفرادیت اپنے جلوے دکھاتی ہے۔ ایسے ایسے نامور قلم کاروں اور بلند پایہ شاعروں نے سخن سنجی کی ہے کہ اہل محبت پڑھ کر جھوم جاتے ہیں۔ خصوصاً مرثیے تو اتنے لکھے گئے کہ مرثیہ خود ایک جان دار صنف سخن بن گیا۔ اردو زبان میں مرزا دبیر اور میر انیس کے مرثیے اپنی مثال آپ ہیں۔

فصل (۵)

کلام امام (اشعار و اقوال)

امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کا کلام اقوال مبارکہ کے علاوہ، نظم میں بھی ہے۔ ہم یہاں آپ کے چند اشعار اور چند اقوال پیش کرتے ہیں۔

درج ذیل اشعار، آپ نے اپنی زوجہ رباب بنت امرئ القیس الکلبی اور اپنی صاحبزادی سکینہ کے لیے کہے تھے جو رباب کے بطن سے ہیں:

لعمری اننی لاحب ارضا
تحل بها سکینة والرباب
احبهما و ابذل حل مالی
و لیس لعاتب عندی عتاب
فلست لهم وان غابوا مضیعا
حیاتی او یغیبنی التراب

Marfat.com

كان الليل موصول بليل

اذا زارت سكينة والرباب

ترجمہ: میں اس جگہ سے الفت رکھتا ہوں جہاں سکینہ اور رباب ٹھہری ہوئی ہیں۔ مجھے ان دونوں سے محبت ہے۔ میں ان دونوں پر دولت کثیر خرچ کرتا ہوں۔اور کسی عاتب کے عتاب کی پرواہ نہیں کرتا۔ گووہ یہاں موجود نہیں ہیں لیکن میں ان کی غوروپرداخت سے بے خبر نہیں رہوں گا، میں جب تک زندہ ہوں اور مٹی مجھے چھپا نہیں لیتی۔ جب سکینہ اور رباب اپنے اقارب سے ملنے گئی ہوں تو رات ایسی لمبی نظراتی ہے گویا ایک رات کے ساتھ دوسری رات، مل گئی ہو۔

ان اشعار سے جہاں آپ کے پختہ شاعر ہونے کا اندازہ ہوتا ہے وہیں مضامین کے اعتبار سے ،انفرادیت کا بھی۔ پھر خانوادہ کے ساتھ محبت و الفت ،اور خلوص و اخلاص کی ایک منفرد دنیا،ان اشعار میں اپنا روئے زیباد کھاتی نظر آتی ہے۔

نثری کلام یعنی اقوال مبارکہ بھی حکمت و دانش سے بھرپور اور نور حکمت سے مستنیر ہیں۔ چند اقوال یہ ہیں:

(۱) جواپنے بھائی کی بھلائی کرے گا،وہ کل اس کا اجر پائے گا۔

(۲) کمال اور بزرگی کو غنیمت جانو! اور اس کے حاصل کرنے میں جلدی کرو!

(۳) جو سخاوت کرے گا وہ سردار ہو گا،جو بخل کرے گا وہ ذلیل و خوار ہو گا۔

(۴) حاجت مندوں کا تمھارے پاس آنا،انعاماتِ الٰہیہ سے ہے چنانچہ اس کو

Marfat.com

غنیمت جانو اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کرتے رہو۔

(۵) دین، تمھارا شفیق ترین بھائی ہے، جس طرح شفیق بھائی فائدہ پہنچانے کی غرض سے پند و نصیحت کرتا ہے اس کی متابعت، فائدہ اور مخالفت میں نقصان ہوتا ہے، بعینہٖ دین کی متابعت میں نجات اور اس کی مخالفت میں ہلاکت ہے تو عقل مند وہ ہے کہ اپنے شفیق بھائی کی شفقت کو سمجھے اور اس کی پوری متابعت کرے اور مخالفت سے دور رہے۔

(۶) بندگی یہ ہے کہ بندہ آپے سے باہر ہو جائے یعنی ذات احدیت میں ایسا غرق و فنا ہو جائے کہ اپنے وجود کو درمیان میں حائل نہ کرے۔ (نور الابصار، تذکرہ)

(۷) سب سے بڑا سخی وہ ہے جو کسی ایسے کو عطا کرے، جس سے کسی قسم کی توقع نہ ہو۔

(۸) ذلت کی زندگی سے، عزت کی موت کہیں بہتر ہے۔

(۹) مومن نہ برائی کرتا ہے، نہ ہی عذر پیش کرتا ہے جب کہ منافق ہر روز برائی کرتا ہے اور ہر روز عذر خواہی کرتا ہے۔

(۱۰) دوست وہ ہے جو تمھیں برائی سے بچائے، دشمن وہ ہے جو تمھیں برائیوں کی ترغیب دلائے۔

(۱۱) اللہ کے سوا جس کا کوئی مدد گار نہ ہو، خبردار! اس پر ظلم مت کرنا۔

(۱۲) جس کام کی انجام دہی تمھارے لیے دشوار ہو، اس کی ذمہ داری اپنے سر نہ لو!

(۱۳) تقویٰ اور نیکی، آخرت کے لیے بہترین زادِ راہ ہے۔

141047

Marfat.com

(۱۴) مروت یہ ہے کہ جو وعدہ کرے، تو پورا کرے۔

(۱۵) نیک لوگ، اپنے انجام سے خوف زدہ نہیں ہوتے۔

(۱۶) علم اور بردباری، انسان کی سیرت کو آراستہ کرتی ہے۔

(۱۷) ظالم کے خلاف، جتنی دیر سے اٹھو گے، اتنی ہی زیادہ قربانی دینی پڑے گی۔

(۱۸) جب جسم، موت کے لیے ہے تو اللہ کی راہ میں شہید ہونا، سب سے بہتر ہے۔

(۱۹) سب سے بڑا معاف کرنے والا انسان وہ ہے جو قدرت ہونے کے باوجود معاف کر دے۔

(۲۰) جو لوگ، خدا کی رضا کو بندوں کی رضا کے بدلے خریدتے ہیں، وہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔

فصل (۶)

اولاد عظام

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے تین صاحبزادے تھے:

(۱) امام علی اکبر، یہ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ مصنف کتاب کو آپ کی شہادت گاہ دیکھنے کا شرف عطا ہوا ہے۔ فللہ الحمد والثناء والشکر۔

(۲) علی الاوسط یعنی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

(۳) علی اصغر، یہ بھی کربلا میں شہید ہوئے۔ آپ کی شہادت گاہ بھی خاکسار

Marfat.com

مصنف کتاب کو دیکھنے کا شرف ملا ہے۔

صاحبزادوں کے علاوہ، دو صاحبزادیاں تھیں:

(۱) حضرت سیدہ فاطمہ

(۲) حضرت سیدہ سکینہ

یہ تفصیل علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے صفوۃ الصفوۃ میں دی ہے۔ جب کہ بعض کتب میں آپ کے مزید تین شہزادوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن کے اسماء عالیہ یہ ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ

(۲) حضرت محمد

(۳) حضرت جعفر

اسی طرح ایک شہزادی حضرت زینب کا بھی ذکر ملتا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ عبداللہ اور جعفر، امام علی اصغر ہی کے نام ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب والحقیقۃ۔

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی نسل، امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے چلی۔ جب کہ باقی جملہ اولاد آپ کی حیات ظاہری ہی میں شہادت اور طبعی موت سے راہی دارِ آخرت ہوئی۔ رضی اللہ عنھم جمیعاً۔ (تذکرہ امام حسین)

PANJAB UNIVERSITY LIBRARY

Marfat.com

فصل (۷)

اسباب شہادت اور شہادت

سید الشہداء امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن میں ہی ارشاد فرمادی تھی، چناں چہ ذیل کی روایت ملاحظہ فرمایئے!

''حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میرے گھر میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا: ابھی میرے پاس کوئی نہ آئے۔ میں نے دھیان (تو) رکھا (مگر میری لاعلمی میں) حضرت حسین رضی اللہ عنہ حجرہ مبارک میں داخل ہوگئے۔ پھر اچانک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہچکی بندھ کر رونے کی آواز سنی۔ میں نے حجرہ مبارک میں جھانکا تو کیا دیکھتی ہوں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں ہیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی پیشانی مبارک پونچھ رہے ہیں اور ساتھ ہی رو بھی رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا: اللہ کی قسم! مجھے ان کے اندر آنے کا پتا ہی نہیں چلا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام ہمارے ساتھ ابھی گھر میں موجود تھے، انھوں نے کہا: آپ اِس (حسین رضی اللہ عنہ) سے محبت کرتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں، ساری دنیا سے بڑھ کر (اس سے محبت کرتا ہوں)۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: بے شک آپ کی امت اِسے ایسی سرزمین پر شہید کرے گی جسے کربلا کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

جبرائیل علیہ السلام اس سرزمین کی مٹی بھی لائے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے وہ مٹی انہیں دکھائی۔ جب (امام) حسین علیہ السلام کو شہادت کے وقت گھیرے میں لیا گیا تو آپ (امام عالی مقام) نے پوچھا: یہ کون سی جگہ ہے؟ لوگوں نے کہا: کربلا، تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سچے ہیں، یہ (واقعی) کرب وبلا (دکھ اور آزمائش) کی سرزمین ہے۔

اسے امام احمد اور طبرانی نے مذکورہ الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام ہیثمی نے فرمایا: امام طبرانی نے اسے بہت سی اسانید سے روایت کیا ہے۔ ان میں سے ایک سند کے رجال ثقہ ہیں"۔

اسباب شہادت اور واقعات شہادت کو بہت سے مؤرخین اور اہل قلم نے بیان کیا ہے۔ ہم ذیل میں حضرت صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ کے الفاظ میں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

حضرت امام کی مدینہ طیبہ سے رحلت

مدینہ سے حضرت امام کی رحلت کا دن اہل مدینہ اور خود حضرت امام کے لیے کیسے رنج واندوہ کا دن تھا۔ اطراف عالم سے تو مسلمان وطن ترک کر کے اعزہ واحباب کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ حاضر ہونے کی تمنا کریں، دربار رسالت کی حاضری کا شوق دشوار گزار منزلیں اور بر و بحر کا طویل اور خوفناک سفر اختیار کرنے کے لیے بے قرار بنادے۔ ایک ایک لمحہ کی جدائی انھیں شاق ہو، اور فرزندِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جوار رسول سے رحلت کرنے پر مجبور ہو۔ اس وقت کا تصور دل کو پاش پاش کر دیتا ہے جب حضرت امام حسین رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہ بارادۂ رخصت آستانۂ قدسیہ پر حاضر ہوئے ہوں گے اور دیدۂ خونبار نے اشکِ غم کی بارش کی ہو گی۔ دلِ دردمند غم مہجوری سے گھائل ہو گا۔ جد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ طاہرہ سے جدائی کا صدمہ حضرت امام کے دل پر رنج و غم کے پہاڑ توڑ رہا ہو گا۔

اہل مدینہ کی مصیبت کا بھی کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ دیدارِ حبیب کے فدائی اس فرزند کی زیارت سے اپنے قلب مجروح کو تسکین دیتے تھے۔ ان کا دیدار ان کے دل کا قرار تھا، آہ! آج یہ قرارِ دل مدینہ طیبہ سے رخصت ہو رہا ہے۔ امام عالی مقام نے مدینہ طیبہ سے بہ غم و اَندوہ، بادِلِ ناشاد، رحلت فرما کر مکہ مکرمہ اقامت فرمائی۔

امام کی جناب میں کوفیوں کی درخواستیں

یزیدیوں کی کوششوں سے اہل شام سے جہاں یزید کی تخت گاہ تھی یزید کی رائے مل سکی اور وہاں کے باشندوں نے اس کی بیعت کی۔ اہل کوفہ امیر معاویہ کے زمانہ ہی میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں درخواستیں بھیج رہے تھے۔ تشریف آوری کی التجائیں کر رہے تھے۔ لیکن امام نے صاف انکار کر دیا تھا۔ امیر معاویہ کی وفات پر اور یزید کی تخت نشینی کے بعد اہل عراق کی جماعتوں نے متفق ہو کر امام کی خدمت میں درخواستیں بھیجیں اور ان میں اپنی نیاز مندی و جذباتِ عقیدت و اخلاص کا اظہار کیا اور حضرت امام پر اپنے جان و مال فدا کرنے کی تمنا ظاہر کی۔ اس طرح کے التجا ناموں اور درخواستوں کا سلسلہ بندھ گیا اور تمام جماعتوں اور فرقوں کی طرف سے ڈیڑھ سو کے قریب عرضیاں

Marfat.com

حضرت امام عالی مقام کی خدمت میں پہنچیں۔ کہاں تک اِغماض کیا جاتا اور کب تک حضرت امام کے اخلاق جوابِ خشک کی اجازت دیتے۔ ناچار آپ نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کی روانگی تجویز فرمائی۔ اگرچہ امام کی شہادت کی خبر مشہور تھی اور کوفیوں کی بیوفائی کا پہلے بھی تجربہ ہو چکا تھا مگر جب یزید بادشاہ بن گیا اور اس کی حکومت و سلطنت دین کے لیے خطرہ تھی اور اس کی وجہ سے اس کی بیعت ناروا تھی اور وہ طرح طرح کی تدبیروں اور حیلوں سے چاہتا تھا کہ لوگ اس کی بیعت کریں۔ ان حالات میں کوفیوں کا بپاسِ ملت یزید کی بیعت سے دست کشی کرنا اور حضرت امام سے طالبِ بیعت ہونا امام پر لازم کرتا تھا کہ ان کی درخواست قبول فرمائیں۔

جب ایک قوم ظالم و فاسق کی بیعت پر راضی نہ ہو اور صاحب استحقاق اہل سے درخواستِ بیعت کرے اس پر اگر وہ ان کی استدعا قبول نہ کرے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ اس قوم کو اس جابر ہی کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔ امام اگر اس وقت کوفیوں کی درخواست قبول نہ فرماتے تو بارگاہِ الٰہی میں کوفیوں کے اس مطالبہ کا امام کے پاس کیا جواب ہوتا کہ ہم ہر چند درپے ہوئے مگر امام بیعت کے لیے راضی نہ ہوئے۔ بدیں وجہ ہمیں یزید کے ظلم و تشدد سے مجبور ہو کر اس کی بیعت کرنا پڑی۔ اگر امام ہاتھ بڑھاتے تو ہم ان پر جانیں فدا کرنے کے لیے حاضر تھے۔ یہ مسئلہ ایسا درپیش آیا جس کا حل بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ حضرت امام ان کی دعوت پر لبیک فرمائیں۔

اگرچہ اکابر صحابہ کرام حضرت ابن عباس و حضرت ابن عمر و حضرت جابر و حضرت ابو سعید و حضرت ابو واقد لیثی وغیرہم حضرت امام کی اس رائے سے

Marfat.com

متفق نہ تھے اورا نہیں کوفیوں کے عہد ومواثیق کا اعتبار نہ تھا، امام کی محبت اور شہادتِ امام کی شہرت ان سب کے دلوں میں اختلاج پیدا کر رہی تھی۔ گو کہ یہ یقین کرنے کی بھی کوئی وجہ نہ تھی کہ شہادت کا یہی وقت ہے اوراسی سفر میں یہ مرحلہ درپیش ہو گا لیکن اندیشہ مانع تھا۔

حضرت امام کے سامنے مسئلہ کی یہ صورت درپیش تھی کہ اس استدعا کو روکنے کے لیے عذر شرعی کیا ہے۔ادھر ایسے جلیل القدر صحابہ کے شدید اصرار کا لحاظ، ادھر اہل کوفہ کی استدعا رد نہ فرمانے کے لیے کوئی شرعی عذر نہ ہونا حضرت امام کے لیے نہایت پیچیدہ مسئلہ تھا جس کا حل بجز اس کے کچھ نظر نہ آیا کہ پہلے حضرت امام مسلم کو بھیجا جائے اگر کوفیوں نے بد عہدی وبے وفائی کی تو عذر شرعی مل جائے گا اورا گر وہ اپنے عہد پر قائم رہے تو صحابہ کو تسلی دی جاسکے گی۔

کوفہ کو حضرت مسلم کی روانگی

اس بنا پر آپ نے حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ فرمایا اور اہل کوفہ کو تحریر فرمایا کہ تمھاری استدعا پر ہم حضرت مسلم کو روانہ کرتے ہیں ان کی نصرت وحمایت تم پر لازم ہے۔

حضرت مسلم کے دو فرزند محمد اور ابراہیم جو اپنے باپ کے بہت پیارے بیٹے تھے اس سفر میں اپنے پدر مشفق کے ہمراہ ہوئے۔ حضرت مسلم نے کوفہ پہنچ کر مختار بن ابی عبید کے مکان پر قیام فرمایا۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر جوق در جوق مخلوق آپ کی زیارت کو آئی اور بارہ ہزار سے زیادہ تعداد نے آپ کے دست مبارک پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

Marfat.com

حضرت مسلم نے اہلِ عراق کی گرویدگی وعقیدت دیکھ کر حضرت امام کی جناب میں عریضہ لکھا جس میں یہاں کے حالات کی اطلاع دی اور التماس کی کہ ضرورت ہے کہ حضرت جلد تشریف لائیں تا کہ بندگان خدا، ناپاک کے شر سے محفوظ رہیں اور دین حق کی تائید ہو، مسلمان امام حق کی بیعت سے مشرف و فیض یاب ہو سکیں۔

اہل کوفہ کا یہ جوش دیکھ کر حضرت نعمان بن بشیر صحابی نے جو اس زمانے میں حکومت شام کی جانب سے کوفہ کے والی (گورنر) تھے۔ اہل کوفہ کو مطلع کیا کہ یہ بیعت یزید کی مرضی کے خلاف ہے اور وہ اس پر بہت بھڑکے گا لیکن اتنی اطلاع دے کر ضابطہ کی کارروائی پوری کر کے حضرت نعمان بن بشیر خاموش ہو بیٹھے اور اس معاملہ میں کسی قسم کی دست اندازی نہ کی۔

مسلم بن یزید حضرمی اور عمارہ بن ولید بن عقبہ نے یزید کو اطلاع دی کہ حضرت مسلم بن عقیل تشریف لائے ہیں اور اہل کوفہ میں ان کی محبت و عقیدت کا جوش دم بدم بڑھ رہا ہے۔ ہزارہا آدمی ان کے ہاتھ پر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر چکے ہیں اور نعمان بن بشیر نے اب تک کوئی کارروائی ان کے خلاف نہیں کی نہ اِنسِدادی تدابیر عمل میں لائے۔

یزید نے یہ اطلاع پاتے ہی نعمان بن بشیر کو معزول کیا اور عبید اللہ بن زیاد کو جو اس کی طرف سے بصرہ کا والی تھا ان کا قائم مقام کیا۔ عبید اللہ بن زیاد بہت مکار و عیّار تھا، وہ بصرہ سے روانہ ہوا اور اس نے اپنی فوج کو قادِسیّہ میں چھوڑا اور خود حجازیوں کا لباس پہن کر اونٹ پر سوار ہوا اور چند آدمی ہمراہ لے کر شب کی تاریکی میں مغرب و عشاء کے درمیان اس راہ سے کوفہ میں داخل ہوا جس سے

Marfat.com

حجازی قافلے آیا کرتے تھے۔اس مکاری سے اس کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت اہلِ کوفہ میں بہت جوش ہے، ایسے طور پر داخل ہونا چاہیے کہ وہ ابنِ زیاد کو نہ پہچانیں اور یہ سمجھیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے تا کہ وہ بے خطرہ واندیشہ امن وعافیت کے ساتھ کوفہ میں داخل ہو جائے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا، اہلِ کوفہ جن کو ہر لمحہ حضرت امام عالی مقام کی تشریف آوری کا انتظار تھا، انھوں نے دھوکا کھایا اور شب کی تاریکی میں حجازی لباس اور حجازی راہ سے آتا دیکھ کر سمجھے کہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے، نعرہ ہائے مسرت بلند کیے، گرد و پیش مرحبا کہتے چلے مَرْحَبًا بِكَ يَا اِبْنَ رَسُوْلِ اللهِ اور قَدِمْتَ خَيْرَ مَقْدَمٍ کا شور مچایا۔

یہ مردود دل میں تو جلتا رہا اور اس نے اندازہ کرلیا کہ کوفیوں کو حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریف آوری کا انتظار ہے اور ان کے دل ان کی طرف مائل ہیں مگر اس وقت کی مصلحت سے خاموش رہا تا کہ ان پر اس کا مکر کھل نہ جائے یہاں تک کہ دارالامارہ (گورنمنٹ ہاؤس) میں داخل ہو گیا۔اس وقت کوفی یہ سمجھے کہ یہ حضرت نہ تھے بلکہ ابن زیاد اس فریب کاری کے ساتھ آیا اور انھیں حسرت ومایوسی ہوئی۔

رات گزار کر صبح کو ابن زیاد نے اہل کوفہ کو جمع کیا اور حکومت کا پروانہ پڑھ کر انہیں سنایا اور یزید کی مخالفت سے ڈرایا دھمکایا، طرح طرح کے حیلوں سے حضرت مسلم کی جماعت کو منتشر کر دیا، حضرت مسلم نے ہانی بن عروہ کے مکان میں اقامت فرمائی، ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو ایک دستہ فوج کے ساتھ ہانی کے مکان پر بھیج کر اس کو گرفتار کرامنگایا اور قید کرلیا، کوفہ کے تمام

Marfat.com

رؤساو عمائد کو بھی قلعہ میں نظر بند کرلیا۔

حضرت مسلم یہ خبر پا کر بر آمد ہوئے اور آپ نے اپنے متوسلین کو ندا کی، جوق در جوق آدمی آنے شروع ہوئے اور چالیس ہزار کی جمعیت نے آپ کے ساتھ قصر شاہی کا احاطہ کرلیا، صورت بن آئی تھی حملہ کرنے کی دیر تھی۔ اگر حضرت مسلم حملہ کرنے کا حکم دیتے تو اسی وقت قلعہ فتح پاتا اور ابن زیاد اور اس کے ہمراہی حضرت مسلم کے ہاتھ میں گرفتار ہوتے اور یہی لشکر سیلاب کی طرح امنڈ کر شامیوں کو تاخت و تاراج کر ڈالتا اور یزید کو جان بچانے کے لیے کوئی راہ نہ ملتی۔

نقشہ تو یہی جما تھا مگر کاربدست کار کنان قدرست، بندوں کا سوچا کیا ہوتا ہے۔ حضرت مسلم نے قلعہ کا احاطہ تو کرلیا اور باوجود یکہ کوفیوں کی بدعہدی اور ابن زیاد کی فریب کاری اور یزید کی عداوت پورے طور پر ثابت ہو چکی تھی۔ پھر بھی آپ نے اپنے لشکر کو حملہ کا حکم نہ دیا اور ایک بادشاہ داد گستر کے نائب کی حیثیت سے آپ نے انتظار فرمایا کہ پہلے گفتگو سے قطع حجت کرلیا جائے اور صلح کی صورت پیدا ہو سکے تو مسلمانوں میں خونریزی نہ ہونے دی جائے۔ آپ اپنے اس پاک ارادہ سے انتظار میں رہے اور اپنی احتیاط کو ہاتھ سے نہ دیا، دشمن نے اس وقفہ سے فائدہ اٹھایا اور کوفہ کے رؤساو عمائد جن کو ابن زیاد نے پہلے سے قلعہ میں بند کر رکھا تھا انھیں مجبور کیا کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور زیر اثر لوگوں کو مجبور کر کے حضرت مسلم کی جماعت سے علیحدہ کردیں۔ یہ لوگ ابن زیاد کے ہاتھ میں قید تھے اور جانتے تھے کہ اگر ابن زیاد کو شکست بھی ہوئی تو وہ قلعہ فتح ہونے تک ان کا خاتمہ کردے گا۔ اس خوف سے وہ گھبرا کر اٹھے اور

Marfat.com

انھوں نے دیوار قلعہ پر چڑھ کر اپنے متعلقین و متوسلین سے گفتگو کی اور انھیں حضرت مسلم کی رفاقت چھوڑ دینے پر انتہا درجہ کا زور دیا اور بتایا کہ علاوہ اس بات کے کہ حکومت تمھاری دشمن ہو جائے گی یزید ناپاک طینت تمھارے بچہ بچہ کو قتل کر ڈالے گا، تمھارے مال لٹوا دے گا، تمھاری جاگیریں اور مکان ضبط ہو جائیں گے، یہ اور مصیبت ہے کہ اگر تم امام مسلم کے ساتھ رہے تو ہم جو ابن زیاد کے ہاتھ میں قید ہیں قلعہ کے اندر مارے جائیں گے، اپنے انجام پر نظر ڈالو، ہمارے حال پر رحم کرو، اپنے گھروں پر چلے جاؤ۔

یہ حیلہ کامیاب ہوا اور حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر منتشر ہونے لگا یہاں تک کہ تابوقتِ شام حضرت مسلم نے مسجد کوفہ میں جس وقت مغرب کی نماز شروع کی تو آپ کے ساتھ پانچ سو آدمی تھے اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک بھی نہ تھا۔

تمناؤں کے اظہار اور التجاؤں کے طومار سے جس عزیز مہمان کو بلایا تھا اس کے ساتھ یہ وفا ہے کہ وہ تنہا ہیں اور ان کی رَفاقت کے لیے کوئی ایک بھی موجود نہیں، کوفہ والوں نے حضرت مسلم کو چھوڑنے سے پہلے غیرت و حمیت سے قطع تعلق کیا اور انہیں ذرا پرواہ نہ ہوئی کہ قیامت تک تمام عالَم میں ان کی بے ہمتی کا شہرہ رہے گا اور اس بزدلانہ بے مروتی اور نامردی سے وہ رسوائے عالَم ہوں گے۔

حضرت مسلم اس غربت و مسافرت میں تنہا رہ گئے، کدھر جائیں، کہاں قیام کریں، حیرت ہے کوفہ کے تمام مہمان خانوں کے دروازے مقفل تھے جہاں سے ایسے محترم مہمانوں کو مدعو کرنے کے لیے رسل و رسائل کا تانتا باندھ دیا

Marfat.com

گیا تھا، نادان بچے ساتھ ہیں، کہاں انھیں لٹائیں، کہاں سلائیں، کوفہ کے وسیع خطہ میں دو چار گز زمین حضرت مسلم کے شب گزارنے کے لیے نظر نہیں آتی۔ اس وقت حضرت مسلم کو امام حسین کی یاد آتی ہے اور دل تڑپا دیتی ہے، وہ سوچتے ہیں کہ میں نے امام کی جناب میں خط لکھا، تشریف آوری کی التجا کی ہے اور اس بد عہد قوم کے اخلاص و عقیدت کا ایک دل کش نقشہ امام عالی مقام کے حضور پیش کیا ہے اور تشریف آوری پر زور دیا ہے۔ یقیناً حضرت امام میری التجا رد نہ فرمائیں گے اور یہاں کے حالات سے مطمئن ہو کر مع اہل و عیال چل پڑے ہوں گے یہاں انھیں کیا مصائب پہنچیں گے اور چمن زہرا کے جنتی پھولوں کو اس بے مہری کی طپش کیسے گزند پہنچائے گی۔ یہ غم الگ دل کو گھائل کر رہا تھا اور اپنی تحریر پر شرمندگی و انفعال اور حضرت امام کے لیے خطرات علیحدہ بے چین کر رہے تھے اور موجودہ پریشانی جدا، دامن گیر تھی۔

اس حالت میں حضرت مسلم کو پیاس معلوم ہوئی، ایک گھر سامنے نظر پڑا جہاں طوعہ نامی ایک عورت موجود تھی اس سے آپ نے پانی مانگا، اس نے آپ کو پہچان کر پانی دیا اور اپنی سعادت سمجھ کر آپ کو اپنے مکان میں فرو کش کیا۔ اس عورت کا بیٹا محمد ابن اشعث کا گرگا تھا، اس نے فوراً ہی اس کو خبر دی اور اس نے ابن زیاد کو اس پر مطلع کیا۔ عبید اللہ ابن زیاد نے عمرو بن حریث (کوتوال کوفہ) اور محمد بن اشعث کو بھیجا ان دونوں نے ایک جماعت ساتھ لے کر طوعہ کے گھر کا احاطہ کیا اور چاہا کہ حضرت مسلم کو گرفتار کر لیں۔ حضرت مسلم اپنی تلوار لے کر نکلے اور بناچاری آپ نے ان ظالموں سے مقابلہ شروع کیا۔ انھوں نے دیکھا کہ حضرت مسلم اس جماعت پر اسطرح ٹوٹ پڑے جیسے شیرِ ببر گلۂ

Marfat.com

گوسپند پر حملہ آور ہو۔ آپ کے شیرانہ حملوں سے دل آوروں نے دل چھوڑ دیئے اور بہت آدمی زخمی ہو گئے، بعض مارے گئے۔

معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کے اس ایک جوان سے نامردانِ کوفہ کی یہ جماعت بَرَد آزما نہیں ہو سکتی۔ اب تجویز کی کہ کوئی چال چلنی چاہیے اور کسی فریب سے حضرت مسلم پر قابو پانے کی کوشش کی جائے۔ یہ سوچ کر امن و صلح کا اعلان کر دیا اور حضرت مسلم سے عرض کیا کہ ہمارے آپ کے درمیان جنگ کی ضرورت نہیں ہے نہ ہم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنا چاہتے ہیں مدعا صرف اس قدر ہے کہ آپ ابن زیاد کے پاس تشریف لے چلیں اور اس سے گفتگو کر کے معاملہ طے کر لیں۔ حضرت مسلم نے فرمایا کہ میرا خود قصدِ جنگ نہیں اور جس وقت میرے ساتھ چالیس ہزار کا لشکر تھا اس وقت بھی میں نے جنگ نہیں کی اور میں یہی انتظار کرتا رہا کہ ابن زیاد گفتگو کر کے کوئی شکلِ مصالحت پیدا کرے تو خونریزی نہ ہو۔

چناں چہ یہ لوگ حضرت مسلم کو مع ان کے دونوں صاحبزادوں کے عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے کر روانہ ہوئے۔ اس بدبخت نے پہلے ہی سے دروازہ کے دونوں پہلوؤں میں اندر کی جانب تیغ زن چھپا کر کھڑے کر دیئے تھے اور انہیں حکم دے دیا تھا کہ حضرت مسلم دروازہ میں داخل ہوں تو ایک دم دونوں طرف سے ان پر وار کیا جائے۔ حضرت مسلم کو اس کی کیا خبر تھی اور آپ اس مکاری اور عیّادی سے کیا واقف تھے، آپ آیۂ کریمہ: رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ (الآیۃ) پڑھتے ہوئے دروازے میں داخل ہوئے۔ داخل ہونا تھا کہ اشقیا نے دونوں طرف سے تلواروں کے وار کیے اور بنی ہاشم کا مظلوم مسافر اعداء

Marfat.com

دین کی بے رحمی سے شہید ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

دونوں صاحبزادے آپ کے ساتھ تھے۔ انھوں نے اس بے کسی کی حالت میں اپنے شفیق والد کا سر ان کے مبارک تن سے جدا ہوتے دیکھا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کے دل غم سے پھٹ گئے اور اس صدمہ میں وہ بید کی طرح لرزنے اور کانپنے لگے۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کو دیکھتا تھا اور ان کی سرمگیں آنکھوں سے خونی اشک جاری تھے لیکن اس معرکۂ ستم میں کوئی ان نادانوں پر رحم کرنے والا نہ تھا، ستم گاروں نے ان نونہالوں کو بھی تیغ ستم سے شہید کیا اور ہانی کو قتل کر کے سولی چڑھایا۔ ان تمام شہیدوں کے سر نیزوں پر چڑھا کر کوفہ کے گلی کوچوں میں پھرائے گئے اور بے حیائی کے ساتھ کوفیوں نے اپنی سنگ دلی اور مہمان کُشی کا عملی طور پر اعلان کیا۔ یہ واقعہ ۳ ذی الحجہ ۶۰ھ کا ہے۔ اسی روز مکہ مکرمہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔

آپ کے ہمراہ اس وقت مسطورۂ ذیل حضرات تھے: تین فرزند حضرت امام علی اوسط جن کو امام زین العابدین کہتے ہیں جو حضرت شہر بانو بنت یزدجرد بن شہریار بن خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں کے بطن سے ہیں ان کی عمر اس وقت بائیس سال کی تھی اور وہ مریض تھے۔ حضرت امام کے دوسرے صاحبزادے حضرت علی اکبر جو یعلی بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی کے بطن سے ہیں جن کی عمر اٹھارہ سال کی تھی (یہ شریک جنگ ہو کر شہید ہوئے) تیسرے شیر خوار جنھیں علی اصغر کہتے ہیں جن کا نام عبد اللہ اور جعفر بھی بتایا گیا ہے اس نام میں اختلاف ہے آپ کی والدہ قبیلہ بنی قضاعہ سے ہیں اور ایک صاحبزادی جن کا نام سکینہ ہے اور جن کی نسبت حضرت قاسم کے ساتھ ہوئی تھی اور اس وقت آپ کی

Marfat.com

عمر سات سال کی تھی۔ کربلا میں ان کا نکاح ہونے کی جو روایت مشہور ہے وہ غلط ہے اس کی کچھ اصل نہیں اور کچھ ایسے کم عقل لوگوں نے یہ روایت وضع کی ہے جنھیں اتنی بھی تمیز نہ تھی کہ وہ یہ سمجھ سکتے کہ اہل بیت رسالت کے لیے وہ وقت توجہ الی اللہ اور شوق شہادت اور اتمام حجت کا تھا۔ اس وقت شادی نکاح کی طرف التفات ہونا بھی ان حالات کے منافی ہے۔ حضرت سکینہ کی وفات بھی راہِ شام میں مشہور کی جاتی ہے یہ بھی غلط ہے بلکہ وہ واقعۂ کربلا کے بعد عرصہ تک حیات رہیں اور ان کا نکاح حضرت مصعب بن زبیر کے ساتھ ہوا۔ حضرت سکینہ کی والدہ امراء القیس ابن عدی کی دختر قبیلہ بنی کلب سے ہیں۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی ازواج میں سب سے زیادہ ان کے ساتھ محبت تھی اور ان کا بہت زیادہ اکرام و احترام فرماتے تھے۔ حضرت امام کا ایک شعر ہے۔

لَعُمْرِیْ اِنَّنِیْ لَاُحِبُّ اَرْضًا

تَحُلُّ بِهَا سَكِيْنَةُ وَالرَّبَابُ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام عالی مقام کو حضرت سکینہ اور ان کی والدہ ماجدہ سے کس قدر محبت تھی۔ حضرت امام کی بڑی صاحبزادی حضرت فاطمہ صغریٰ جو حضرت ام اسحٰق بنت حضرت طلحہ کے بطن سے ہیں اپنے شوہر حضرت حسن بن مثنیٰ بن حضرت امام حسن ابن حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے ساتھ مدینہ طیبہ میں رہیں، کربلا تشریف نہ لائیں۔ امام کے ازواج میں حضرت امام کے ساتھ شہر بانو اور حضرت علی اصغر کی والدہ تھیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چار نوجوان فرزند حضرت قاسم، حضرت عبد اللہ، حضرت عمر، حضرت ابو بکر، امام کے ہمراہ تھے اور کربلا میں شہید ہوئے۔

Marfat.com

حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے پانچ فرزند حضرت عباس ابن علی ،، حضرت عبد اللہ ابن علی، حضرت محمد ابن علی، حضرت جعفر ابن علی، حضرت عثمان ابن علی، حضرت امام کے ہمراہ تھے۔ سب نے شہادت پائی۔

حضرت عقیل کے فرزندوں میں حضرت مسلم تو حضرت امام کے کربلا پہنچنے سے پہلے ہی مع اپنے دو صاحبزادوں محمد وابراہیم کے شہید ہو چکے اور تین فرزند حضرت عبداللہ و حضرت عبدالرحمن و حضرت جعفر برادران حضرت مسلم، امام کے ہمراہ کربلا حاضر ہو کر شہید ہوئے۔

حضرت جعفر طیار کے دو پوتے حضرت محمد اور حضرت عون، حضرت امام کے ہمراہ حاضر ہو کر شہید ہوئے۔ ان کے والد کا نام عبد اللہ بن جعفر ہے اور حضرت امام کے حقیقی بھانجے ہیں۔ ان کی والدہ حضرت زینب، حضرت امام کی حقیقی بہن ہیں۔

صاحبزادگان اہل بیت میں سے سترہ حضرات، حضرت کے ہمراہ حاضر ہو کر رتبۂ شہادت کو پہنچے اور حضرت امام زین العابدین (بیمار) اور عمر بن حسن اور محمد بن عمر ابن علی اور دوسرے صغیر السن صاحبزادے، قیدی بنائے گئے۔ حضرت زینب، حضرت امام کی حقیقی ہمشیرہ اور شہر بانو حضرت امام کی زوجہ اور حضرت سکینہ، حضرت امام کی دختر اور دوسری اہل بیت کی بیبیاں ہمراہ تھیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
کوفہ کو روانگی

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط آنے کے بعد حضرت امام

Marfat.com

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفیوں کی درخواست قبول فرمانے میں کوئی وجہ تامل وجائے عذر باقی نہیں رہتی تھی، ظاہری شکل تو یہ تھی اور حقیقت میں قضاو قدر کے فرمان نافذ ہو چکے تھے شہادت کا وقت نزدیک آچکا تھا، جذبۂ شوق دل کو کھینچ رہا تھا، فداکاری کے ولولوں نے دل کو بیتاب کر دیا تھا، حضرت امام نے سفر عراق کا ارادہ فرمایا اور اسباب سفر درست ہونے لگا، نیاز مندان صادق العقیدت کو اطلاع ہوئی۔ اگرچہ ظاہر میں کوئی مخوف صورت پیش نظر نہ تھی اور حضرت مسلم کے خط سے کوفیوں کی عقیدت وارادت اور ہزار ہا آدمیوں کے حلقۂ بیعت میں داخل ہونے کی اطلاع مل چکی، غدر اور جنگ کا بظاہر کوئی قرینہ نہ تھا لیکن صحابہ کے دل اس وقت حضرت امام کے سفر کو کسی طرح گوارانہ کرتے تھے اور وہ حضرت امام سے اصرار کر رہے تھے کہ آپ اس سفر کو ملتوی فرمائیں مگر حضرت امام ان کی یہ استدعا قبول فرمانے سے مجبور تھے کیونکہ آپ کو خیال تھا کہ کوفیوں کی اتنی بڑی جماعت کا اس قدر اصرار اور ایسی التجاؤں کے ساتھ عرضداشتیں پذیرا، نہ فرمانا اہلِ بیت کے اَخلاق کے شایاں نہیں۔ اس کے علاوہ حضرت مسلم کے پہنچنے پر اہل کوفہ کی طرف سے کوئی کوتاہی نہ ہونا اور امام کی بیعت کے لیے شوق سے ہاتھ پھیلا دینا اور ہزاروں کوفیوں کا داخلِ حلقۂ غلامی ہو جانا، اس پر بھی حضرت امام کا ان کی طرف سے اِغماض فرمانا اور ان کی ایسی التجاؤں کو جو محض دینی پاس داری کے لیے ہیں، ٹھکرا دینا اور اس مسلمان قوم کی دل شکنی کرنا حضرت کو کسی طرح گوارانہ ہوا۔ ادھر حضرت مسلم جیسے صفا کیش کی استدعا کو بے التفاتی کی نظر سے دیکھنا اور ان کی درخواستِ تشریف آوری کو رد فرما دینا بھی حضرت امام پر بہت شاق تھا۔ یہ وجوہ تھے جنہوں نے امام کو سفرِ عراق پر مجبور کیا اور آپ

Marfat.com

کواپنے حجازی عقیدت مندوں سے معذرت کرنا پڑی۔

حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابو واقد لیثی اور دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کو روکنے میں بہت مصر تھے اور آخر تک وہ یہی کوشش کرتے رہے کہ آپ مکہ مکرمہ سے تشریف نہ لے جائیں لیکن یہ کوششیں کار آمد نہ ہوئیں اور حضرت امام عالی مقام نے ۳ذی الحجہ ۶۰ھ کواپنے اہل بیت موالی وخدام کل بیاسی (۸۲) نفوس کو ہمراہلے کر راہِ عراق اختیار کی۔ مکہ مکرمہ سے اہل بیت رسالت کا یہ چھوٹا سا قافلہ روانہ ہوتا ہے اور دنیا سے سفر کرنے والے بیت اللہ الحرام کا آخری طواف کرکے خانہ کعبہ کے پردوں سے لپٹ لپٹ کر روتے ہیں، ان کی گرم آہوں اور دل ہلادینے والے نالوں نے مکہ مکرمہ کے باشندوں کو مغموم کردیا، مکہ مکرمہ کا بچہ بچہ اہل بیت کے اس قافلہ کو حرم شریف سے رخصت ہوتا دیکھ کر آبدیدہ اور مغموم ہورہا تھا مگر وہ جانبازوں کے میر لشکر اور فداکاروں کے قافلہ سالار مردانہ ہمت کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اَثنائے راہ میں ذاتِ عرق کے مقام پر بشیر ابن غالب اسدی بعزمِ مکہ مکرمہ کوفہ سے آتے ملے۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے اہل عراق کا حال دریافت کیا، عرض کیا کہ انکے قلوب آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ، حضرت امام نے فرمایا سچ ہے۔ ایسی ہی گفتگو فرزدق شاعر سے ہوئی۔ بطن ذی الرمہ (نام مقامے) سے روانہ ہونے کے بعد عبداللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی۔ وہ حضرت امام کے بہت درپے ہوئے کہ آپ اس سفر کو ترک فرمائیں اور اس میں انھوں نے اندیشے ظاہر کیے۔ حضرت امام

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: لَنْ یُّصِیْبَنَا اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا: ہمیں وہی مصیبت پہنچ سکتی ہے جو خداوند عالم نے ہمارے لیے مقرر فرمادی۔

راہ میں حضرت امام عالی مقام کو کوفیوں کی بد عہدی اور حضرت مسلم کی شہادت کی خبر مل گئی۔ اس وقت آپ کی جماعت میں مختلف رائیں ہوئیں اور ایک مرتبہ آپ نے بھی واپسی کا قصد ظاہر فرمایا لیکن بہت گفتگویوں کے بعد رائے یہی قرار پائی کہ سفر جاری رکھا جائے اور واپسی کا خیال ترک کیا جائے۔

حضرت امام نے بھی اس مشورہ سے اتفاق کیا اور قافلہ آگے چل دیا یہاں تک کہ جب کوفہ دو منزل رہ گیا تب آپ کو حر بن یزید ریاحی ملا، حر کے ساتھ ابن زیاد کے ایک ہزار ہتھیار بند سوار تھے، حر نے حضرت امام کی جناب میں عرض کیا کہ اس کو ابن زیاد نے آپ کی طرف بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ آپ کو اس کے پاس لے چلے، حر نے یہ بھی ظاہر کیا کہ وہ مجبورانہ بادل نخواستہ آیا ہے اور اس کو آپ کی خدمت میں جرأت بہت ناپسند و ناگوار ہے۔ حضرت امام نے حر سے فرمایا کہ میں اس شہر میں خود بخود نہ آیا بلکہ مجھے بلانے کے لیے اہل کوفہ کے متواتر پیام گئے اور لگاتار نامے پہنچتے رہے۔ اے اہل کوفہ! اگر تم اپنے عہد و بیعت پر قائم ہو اور تمھیں اپنی زبانوں کا کچھ پاس ہو تو تمھارے شہر میں داخل ہوں ورنہ یہیں سے واپس چلا جاؤں۔

حر نے قسم کھا کر کہا کہ ہم کو اس کا کچھ علم نہیں کہ آپ کے پاس التجانامے اور قاصد بھیجے گئے اور میں نہ آپ کو چھوڑ سکتا ہوں اور نہ واپس ہو سکتا ہوں۔ حر کے دل میں خاندان نبوت اور اہل بیت کی عظمت ضرور تھی اور اس نے نمازوں میں حضرت امام ہی کی اقتدا کی لیکن وہ ابن زیاد کے حکم سے مجبور تھا اور

Marfat.com

اس کو یہ اندیشہ بھی تھا کہ وہ اگر حضرت امام کے ساتھ کوئی مراعات کرے تو ابن زیاد پر یہ بات ظاہر ہو کر رہے گی کہ ہزار سوار ساتھ ہیں، ایسی صورت میں کسی بات کا چھپانا ممکن نہیں اور اگر ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ حضرت امام کے ساتھ ذرا بھی فروگزاشت کی گئی ہے تو وہ نہایت سختی کے ساتھ پیش آئے گا۔ اس اندیشہ اور خیال سے حر اپنی بات پر اڑا رہا یہاں تک کہ حضرت امام کو کوفہ کی راہ سے ہٹ کر کربلا میں نزول فرمانا پڑا۔

یہ محرم ۶۱ھ کی دوسری تاریخ تھی۔ آپ نے اس مقام کا نام دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس جگہ کو کربلا کہتے ہیں۔ حضرت امام کربلا سے واقف تھے اور آپ کو معلوم تھا کہ کربلا ہی وہ جگہ ہے جہاں اہلِ بیتِ رسالت کو راہِ حق میں اپنے خون کی ندیاں بہانی ہوں گی۔ آپ کو انہیں دنوں میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت ہوئی، حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے آپ کو شہادت کی خبر دی اور آپ کے سینۂ مبارک پر دست اقدس رکھ کر دعا فرمائی: اَللّٰھُمَّ اَعْطِ الْحُسَیْنَ صَبْرًا وَّاَجْرًا عجیب وقت ہے کہ سلطان دارین کے نور نظر کو صدہا تمناؤں سے مہمان بنا کر بلایا ہے، عرضیوں اور درخواستوں کے طومار لگا دیئے ہیں، قاصدوں اور پیاموں کی روزمرہ ڈاک لگ گئی ہے۔ اہل کوفہ راتوں کو اپنے مکانوں میں امام کی تشریف آوری خواب میں دیکھتے ہیں اور خوشی سے پھولے نہیں سماتے، جماعتیں مدتوں تک صبح سے شام تک حجاز کی سڑک پر بیٹھ کر امام کی آمد کا انتظار کیا کرتی ہیں اور شام کو بادلِ مغموم واپس جاتی ہیں لیکن جب وہ کریم مہمان اپنے کرم سے ان کی زمین میں ورود فرماتا ہے تو ان ہی کوفیوں کا مسلح لشکر سامنے آتا ہے اور نہ شہر میں داخل ہونے دیتا ہے نہ اپنے وطن

Marfat.com

ہی کو واپس تشریف لے جانے پر راضی ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس معزز مہمان کو مع اپنے اہل بیت کے کھلے میدان میں رختِ اقامت ڈالنا پڑتا ہے اور دشمنانِ حیا کو غیرت نہیں آتی۔ دنیا میں ایسے معزز مہمان کے ساتھ ایسی بے حمیتی کا سلوک کبھی نہ ہوا ہو گا جو کوفیوں نے حضرت امام کے ساتھ کیا۔

یہاں تو ان مسافرانِ بے وطن کا سامان بے ترتیب پڑا ہے اور ادھر ہزار سوار کا مسلح لشکر مقابل خیمہ زن ہے جو اپنے مہمانوں کو نیزوں کی نوکیں اور تلواروں کی دھاریں دکھا رہا ہے اور بجائے آداب میزبانی کے خونخواری پر تلا ہوا ہے۔ دریائے فرات کے قریب دونوں لشکر تھے اور دریائے فرات کا پانی دونوں لشکروں میں سے کسی کو سیراب نہ کر سکا۔ امام کے لشکر کو تو اس کا ایک قطرہ پہنچنا ہی مشکل ہو گیا اور یزیدی لشکر جتنے آتے گئے ان سب کو اہل بیت رسالت کے بے گناہ خون کی پیاس بڑھتی گئی۔ آب فرات سے ان کی تشنگی میں کوئی فرق نہ آیا۔ ابھی اطمینان سے بیٹھنے اور تکان دور کرنے کی صورت بھی نظر نہ آئی تھی کہ حضرت امام کی خدمت میں ابن زیاد کا ایک مکتوب پہنچا جس میں اس نے حضرت امام سے یزید ناپاک کی بیعت طلب کی تھی۔ حضرت امام نے وہ خط پڑھ کر ڈال دیا اور قاصد سے کہا میرے پاس اس کا کچھ جواب نہیں۔

ستم ہے، بلایا تو جاتا ہے خود بیعت ہونے کے لیے اور جب وہ کریم بادیہ پیمائی کی مشقتیں برداشت فرما کر تشریف لے آتے ہیں تو ان کو یزید جیسے عیب مجسم شخص کی بیعت پر مجبور کیا جاتا ہے جس کی بیعت کو کوئی بھی واقف حال دیندار آدمی گوارا نہیں کر سکتا تھا نہ وہ بیعت کسی طرح جائز تھی۔ امام کو ان بے حیاؤں کی اس جرأت پر حیرت تھی اور اسی لیے آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اس

Marfat.com

کا کچھ جواب نہیں ہے۔اس سے ابن زیاد کا طیش اور زیادہ ہو گیااور اس نے مزید عسا کر وافواج ترتیب دیئے اور ان لشکروں کا سپہ سالار عمر بن سعد کو بنایا جو اس زمانے میں ملک رے کا والی (گورنر) تھا۔رے خراسان کا ایک شہر ہے جو آج کل ایران کا دارالسلطنت ہے اور اس کو طہران کہتے ہیں۔

ستم شعار محاربین سب کے سب حضرت امام کی عظمت وفضیلت کو خوب جانتے پہچانتے تھے اور آپ کی جلالت ومرتبت کا ہر دل معترف تھا۔اس وجہ سے ابن سعد نے حضرت امام کے مقاتلہ سے گریز کرنی چاہی اور پہلو تہی کی وہ چاہتا تھا کہ حضرت امام کے خون کے الزام سے وہ بچا رہے مگر ابن زیاد نے اسے مجبور کیا کہ اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو رے کی حکومت سے دست بردار ہو ورنہ امام سے مقابلہ کیا جائے۔دنیوی حکومت کے لالچ نے اس کو اس جنگ پر آمادہ کر دیا جس کو اس وقت وہ نا گوار سمجھتا تھا اور جس کے تصور سے اس کا دل کانپتا تھا۔ آخر کار ابن سعد وہ تمام عسا کر وافواج لے کر حضرت امام کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا اور ابن زیاد بد نہاد پیہم و متواتر کمک پر کمک بھیجتا رہا یہاں تک کہ عمرو بن سعد کے پاس بائیس ہزار سوار و پیادہ جمع ہو گئے اور اس نے اس جمعیت کے ساتھ کربلا میں پہنچ کر فرات کے کنارے پڑاؤ کیا اور اپنا مرکز قائم کیا۔

حیرت ناک بات ہے اور دنیا کی کسی جنگ میں اس کی مثال نہیں ملتی کہ کُل بیاسی تو آدمی ،ان میں بیبیاں بھی، بچے بھی، بیمار بھی، پھر وہ بھی باارادۂ جنگ نہیں آئے تھے اور انتظام حرب کافی نہ رکھتے تھے۔ان کے لیے بائیس ہزار کی جرار فوج بھیجی جائے۔ آخر وہ ان بیاسی نفوس مقدسہ کو اپنے خیال میں کیا سمجھتے تھے اور ان کی شجاعت وبسالت کے کیسے کیسے مناظر ان کی آنکھوں نے دیکھے

Marfat.com

تھے کہ اس چھوٹی سی جماعت کے لیے دوگنی چوگنی دس گنی تو کیا سوگنی تعداد کو بھی کافی نہ سمجھا، بے اندازہ لشکر بھیج دیئے، فوجوں کے پہاڑ لگاڈالے، اس پر بھی دل خوف زدہ ہیں اور جنگ آزماؤں، دلاوروں کے حوصلے پست ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ شیرانِ حق کے حملے کی تاب لانا مشکل ہے مجبوراً یہ تدبیر کرنا پڑی کہ لشکر امام پر پانی بند کیا جائے، پیاس کی شدت اور گرمی کی حدّت سے قُویٰ مضمحل ہو جائیں، ضُعف انتہا کو پہنچ چکے تب جنگ شروع کی جائے۔

وہ ریگِ گرم اور وہ دھوپ اور وہ پیاس کی شدت
کریں صبر و تحمل میرِ کوثر ، ایسے ہوتے ہیں

اہل بیت کرام پر پانی بند کرنے اور ان کے خونوں کے دریا بہانے کے لیے بے غیرتی سے سامنے آنے والوں میں زیادہ تعداد انھیں بے حیاؤں کی تھی جنہوں نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدہا درخواستیں بھیج کر بلایا تھا اور مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہکے ہاتھ پر حضرت امام کی بیعت کی تھی مگر آج دشمنان حمیت و غیرت کو نہ اپنے عہد و بیعت کا پاس تھا نہ اپنی دعوت و میزبانی کا لحاظ۔ فرات کا بے حساب پانی ان سیاہ باطنوں نے خاندانِ رسالت پر بند کر دیا تھا۔ اہل بیت کے چھوٹے چھوٹے خورد سال فاطمی چمن کے نونہال خشک لب، تشنہَ دہان تھے، نادان بچے ایک ایک قطرہ کے لیے تڑپ رہے تھے، نور کی تصویریں پیاس کی شدت میں دم توڑ رہی تھیں، بیماروں کے لیے دریا کا کنارا بیابان بنا ہوا تھا، آل رسول کو لبِ آب پانی میسر نہ آتا تھا، سرِ چشمہ تیمم سے نمازیں پڑھنی پڑتی تھیں، اس طرح بے آب و دانہ تین دن گذر گئے، چھوٹے چھوٹے بچے اور بیبیاں سب بھوک و پیاس سے بیتاب و تواں ہو گئے۔ اس معرکۂ ظلم و ستم میں اگر رستم بھی ہوتا تو اس کے

Marfat.com

حوصلے پست ہو جاتے اور سرِ نیاز جھکا دیتا مگر فرزندِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مصائب کا ہجوم جگہ سے نہ ہٹا سکا اور ان کے عزم و استقلال میں فرق نہ آیا۔ حق وصداقت کا حامی مصیبتوں کی بھیانک گھٹاؤں سے نہ ڈرا اور طوفانِ بلا کے سیلاب سے اس کے پائے ثبات میں جنبش نہ ہوئی، دین کا شیدائی دنیا کی آفتوں کو خیال میں نہ لایا، دس محرم تک یہی بحث رہی کہ حضرت امام یزید کی بیعت کرلیں۔ اگر آپ یزید کی بیعت کرتے تو وہ تمام لشکر آپ کے جِلَو میں ہوتا، آپ کا کمال اکرام واحترام کیا جاتا، خزانوں کے منہ کھول دیئے جاتے اور دولت دنیا قدموں پر لٹادی جاتی مگر جس کا دل حُبِّ دنیا سے خالی ہو اور دنیا کی بے ثباتی کا راز جس پر منکشف ہو وہ اس طلسم پر کب مفتوں ہوتا ہے، جس آنکھ نے حقیقی حسن کے جلوے دیکھے ہوں وہ نمائشی رنگ وروپ پر کیا نظر ڈالے۔

حضرت امام نے راحتِ دنیا کے منہ پر ٹھوکر ماردی اور راہِ حق میں پہونچنے والی مصیبتوں کا خوش دلی سے خیر مقدم کیا اور باوجود اس قدر آفتوں اور بلاؤں کے ناجائز بیعت کا خیال اپنے قلب مبارک میں نہ آنے دیا اور مسلمانوں کی تباہی وبربادی گوارانہ فرمائی، اپنا گھر لٹانا اور اپنے خون بہانا منظور کیا مگر اسلام کی عزت میں فرق آنا برداشت نہ ہوسکا۔

Marfat.com

دس محرم ۶۱ھ کے دلدوز واقعات

جب کسی طرح شکل مصالحت پیدا نہ ہوئی اور کسی شکل سے جفاشعار قوم صلح کی طرف مائل نہ ہوئی اور تمام صورتیں ان کے سامنے پیش کر دی گئیں لیکن تشنگانِ خونِ اہلِ بیت کسی بات پر راضی نہ ہوئے اور حضرت امام کو یقین ہو گیا کہ اب کوئی شکل خلاص کی باقی نہیں ہے نہ یہ شہر میں داخل ہونے دیتے ہیں نہ واپس جانے دیتے ہیں نہ ملک چھوڑنے پر ان کو تسلی ہوتی ہے۔ وہ جان کے خواہاں ہیں اور اب اس جنگ کو دفع کرنے کا کوئی طریقہ باقی نہ رہا۔ اس وقت حضرت امام نے اپنے قیام گاہ کے گرد ایک خندق کھودنے کا حکم دیا۔ خندق کھودی گئی اور اس کی صرف ایک راہ رکھی گئی ہے جہاں سے نکل کر دشمنوں سے مقابلہ کیا جائے۔ خندق میں آگ جلادی گئی تا کہ اہلِ خیمہ دشمنوں کی ایذا سے محفوظ رہیں۔

دسویں محرم کا قیامت نُما دن آیا۔ جمعہ کی صبح حضرت امام نے تمام اپنے رفقا اہلِ بیت کے ساتھ فجر کے وقت اپنی عمر کی آخری نماز باجماعت نہایت ذوق و شوق تضرّع و خشوع کے ساتھ ادا فرمائی۔ پیشانیوں نے سجدوں میں خوب مزے لیے، زبانوں نے قرأت و تسبیحات کے لطف اٹھائے۔ نماز سے فراغ کے بعد خیمہ میں تشریف لائے، دسویں محرم کا آفتاب قریب طلوع ہے، امامِ عالی مقام

Marfat.com

اور ان کے تمام رفقاء واہل بیت تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں، ایک قطرۂ آب میسر نہیں آیااور ایک لقمہ حلق سے نہیں اترا، بھوک پیاس سے جس قدر ضعف و ناتوانی کا غلبہ ہوجاتا ہے اس کا وہی لوگ کچھ اندازہ کرسکتے ہیں جنھیں کبھی دو تین وقت کے فاقہ کی بھی نوبت آئی ہو۔ پھر بے وطنی، تیز دھوپ، گرم ریت، گرم ہوائیں، انھوں نے ناز پرورد گانِ آغوشِ رسالت کو کیسا پژمردہ کردیا ہو گا۔ ان غریبانِ بے وطن پر جور وجفا کے پہاڑ توڑنے کے لیے بائیس ہزار فوج اور تازہ دم لشکر تیر وتبَر، تیغ وسناں سے مسلح صفیں باندھے موجود، جنگ کا نقارہ بجادیا گیااور مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزنداور فاطمہ زہرا کے جگربند کو مہمان بنا کر بلانے والی قوم نے جانوں پر کھیلنے کی دعوت دی۔

حضرت امام نے عرصۂ کارزار میں تشریف فرما کر ایک خطبہ فرمایا جس میں بیان فرمایا کہ خون ناحق حرام اور غضب الٰہی عزوجل کا موجب ہے، میں تمھیں آگاہ کرتا ہوں کہ تم اس گناہ میں مبتلا نہ ہو، میں نے کسی کو قتل نہیں کیا ہے، کسی کا گھر نہیں جلایا، کسی پر حملہ آور نہیں ہوا۔ اگر تم اپنے شہر میں میرا آنا نہیں چاہتے ہو تو مجھے واپس جانے دو، تم سے کسی چیز کا طلب گار نہیں، تمھارے درپے آزار نہیں، تم کیوں میری جان کے درپے ہو اور تم کس طرح میرے خون کے الزام سے بری ہوسکتے ہو۔ روزِ محشر تمھارے پاس میرے خون کا کیا جواب ہو گا۔ اپنا انجام سوچو اور اپنی عاقبت پر نظر ڈالو، پھر یہ بھی سمجھو کہ میں کون اور بارگاہِ رسالت میں کس چشمِ کرم کا منظور نظر ہوں۔ میرے والد کون ہیں اور میری والدہ کس کی لخت جگر ہیں۔ میں انھیں بتولِ زہرا کا نورِ دیدہ ہوں جن کے پل صراط پر گزرتے وقت عرش سے ندا کی جائے گی کہ اے اہل محشر!

Marfat.com

سر جھکاؤ اور آنکھیں بند کرو کہ حضرت خاتون جنت پل صراط سے ستر ہزار حوروں کو رکابِ سعادت میں لے کر گزرنے والی ہیں۔ میں وہی ہوں جس کی محبت کو سرورِ عالم علیہ السلام نے اپنی محبت فرمایا ہے، میرے فضائل تمھیں خوب معلوم ہیں، میرے حق میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں اس سے تم بے خبر نہیں ہو۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ آپ کے تمام فضائل ہمیں معلوم ہیں مگر اس وقت یہ مسئلہ زیر بحث نہیں ہے، آپ جنگ کے لیے کسی کو میدان میں بھیجیے اور گفتگو ختم، فرمایئے۔

حضرت امام نے فرمایا کہ میں حجتیں ختم کرنا چاہتا ہوں تا کہ اس جنگ کو دفع کرنے کی تدابیر میں سے میری طرف سے کوئی تدبیر رہ نہ جائے اور جب تم مجبور کرتے ہو تو بہ مجبوری وناچاری مجھ کو تلوار اٹھانا ہی پڑے گی۔ ہُنوز گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ گروہِ اعداء میں سے ایک شخص گھوڑا دوڑا کر سامنے آیا (جس کا نام مالک بن عروہ تھا) جب اس نے دیکھا کہ لشکر امام کے گرد خندق میں آگ جل رہی ہے اور شعلے بلند ہو رہے ہیں اور اس تدبیر سے اہلِ خیمہ کی حفاظت کی جاتی ہے تو اس گستاخ بد باطن نے حضرت امام سے کہا کہ اے حسین تم نے وہاں کی آگ سے پہلے یہیں آگ لگالی۔ حضرت امام عالی مقام علی جدہ وعلیہ السلام نے فرمایا: كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللهِ: اے دشمن خدا! تو کاذب ہے۔ تجھے گمان ہے کہ میں دوزخ میں جاؤں گا؟

مسلم بن عوسجہ کو مالک بن عروہ کا یہ کلمہ بہت ناگوار ہوا اور انھوں نے حضرت امام سے اس بدزبان کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت چاہی۔ صبر و تحمل اور تقویٰ اور راست بازی اور عدالت و انصاف کا ایک عدیمُ المثال منظر ہے کہ ایسی

Marfat.com

حالت میں جب کہ جنگ کے لیے مجبور کیے گئے تھے۔ خون کے پیاسے تلواریں کھینچے ہوئے جان کے خواہاں تھے۔ بے باکوں نے کمال بے ادبی و گستاخی سے ایسا کلمہ کہااور ایک جاں نثار اس کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت چاہتا ہے تو اس وقت اپنے جذبات قبضہ میں ہیں طیش نہیں آتا۔ فرماتے ہیں کہ خبردار! میری طرف سے کوئی جنگ کی ابتداء نہ کرے تا کہ اس خونریزی کا وبال اعداء ہی کی گردن پر رہے اور ہمارا دامن اقدام سے آلودہ نہ ہو لیکن تیرے جراحتِ قلب کا مرہم بھی میرے پاس ہے اور تیرے سوزِ جگر کی تشفی کی بھی تدبیر رکھتا ہوں، اب تو دیکھ! یہ فرما کر دست دعا دراز فرمائے اور بارگاہ الٰہی عزوجل میں عرض کیا کہ یارب! عزوجل عذاب نار سے قبل اس گستاخ کو دنیا میں آتشِ عذاب میں مبتلا کر۔ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ اٹھانا تھا کہ اس کے گھوڑے کا پاؤں ایک سوراخ میں گیااور وہ گھوڑے سے گرااور اس کا پاؤں رِکاب میں الجھااور گھوڑا اسے لے کر بھاگااور آگ کی خندق میں ڈال دیا۔

حضرت امام نے سجدۂ شکر کیااور اپنے پروردگار عزوجل کی حمد و ثنا کی اور فرمایا: اے پروردگار! تیرا شکر ہے کہ تونے اہلِ بیتِ رسالت کے بدخواہ کو سزادی۔ حضرت امام کی زبان سے یہ کلمہ سن کر صفِ اعداء میں سے ایک اور بے باک نے کہا کہ آپ کو پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا نسبت؟ یہ کلمہ توامام کے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔ آپ نے اس کے لیے بھی بددعا فرمائی اور عرض کیا یارب! اس بدزبان کو فوری عذاب میں گرفتار کر۔ امام۔نے یہ دعا فرمائی اور اس کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی، گھوڑے سے اتر کر ایک طرف بھاگااور کسی جگہ قضائے حاجت کے لیے برہنہ ہو کر بیٹھا۔ ایک سیاہ بچھو نے ڈنگ مارا تو

Marfat.com

نجاست آلودہ تڑپتا پھرتا تھا۔اس رسوائی کے ساتھ تمام لشکر کے سامنے اس ناپاک کی جان نکلی مگر سخت دِلانِ بے حمیت کو غیرت نہ ہوئی۔

ایک شخص مزنی نے امام کے سامنے آکر کہا کہ اے امام!دیکھو تو دریائے فرات کیسا موجیں مار رہا ہے۔خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں تمھیں اس کا ایک قطرہ نہ ملے گا اور تم پیاسے ہلاک ہو جاؤ گے۔حضرت امام نے اس کے حق میں فرمایا:اَللّٰھُمَّ اَمِتْہُ عَطْشَانًا یارب!اس کو پیاسا مار۔امام کا یہ فرمانا تھا کہ مزنی کا گھوڑا چمکا،مزنی گرا، گھوڑا بھاگا اور مزنی اس کے پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے دوڑا اور پیاس اس پر غالب ہوئی،اس شدت کی غالب ہوئی کہ اَلْعَطَشْ اَلْعَطَشْ پکارتا تھا اور جب پانی اس کے منہ سے لگاتے تھے تو ایک قطرہ نہ پی سکتا تھا یہاں تک کہ اسی شدتِ پیاس میں مر گیا۔

فرزندِ رسول کو یہ بات بھی دکھا دینا تھی کہ ان کی مقبولیتِ بارگاہِ حق پر اور ان کے قرب و منزلت پر جیسی کہ نصوص کثیرہ واحادیثِ شہیرہ شاہد ہیں ایسے ہی ان کے خوارق و کرامات بھی گواہ ہیں۔اپنے اس فضل کا عملی اظہار بھی اِتمامِ حجت کے سلسلہ کی ایک کڑی تھی کہ اگر تم آنکھ رکھتے ہو تو دیکھ لو کہ جو ایسا مُستجاب الدعوات ہے اس کے مقابلہ میں آنا خدا عزوجل سے جنگ کرنا ہے اس کا انجام سوچ لو اور باز رہو مگر شرارت کے مجسمے اس سے بھی سبق نہ لے سکے اور دنیائے ناپائیدار کی حرص کا بھوت جو اُن کے سروں پر سوار تھا اس نے انھیں اندھا بنادیا اور نیزے باز لشکر اعداء سے نکل کر رجز خوانی کرتے ہوئے میدان میں آکودے اور تکبر و تبختر کے ساتھ اتراتے ہوئے گھوڑے دوڑا کر اور ہتھیار چمکا کر امام سے مبارز کے طالب ہوئے۔

Marfat.com

حضرت امام اور امام کے خاندان کے نونہال شوق جانبازی میں سر شار تھے۔ انھوں نے میدان میں جانا چاہا لیکن قریب کے گاؤں والے جہاں اس ہنگامے کی خبر پہنچی تھی وہاں کے مسلمان بے تاب ہو کر حاضر خدمت ہو گئے تھے انھوں نے اصرار کیے حضرت کے درپے ہو گئے اور کسی طرح راضی نہ ہوئے کہ جب تک ان میں سے ایک بھی زندہ ہے خاندانِ اہلِ بیت کا کوئی بچہ بھی میدان میں جائے۔ حضرت امام کو ان اخلاص کیشوں کی سرفروشانہ التجائیں منظور فرمانا پڑیں اور انھوں نے میدان میں پہنچ کر دشمنانِ اہل بیت سے شجاعت و بسالت کے ساتھ مقابلے کیے اور اپنی بہادری کے سکے جما دیئے اور ایک ایک نے اعداء کی کثیر تعداد کو ہلاک کر کے راہِ جنت اختیار کرنا شروع کی۔ اس طرح بہت سے جانباز فرزندان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنی جانیں نثار کر گئے۔ ان صاحبوں کے اسماء اور ان کی جانبازیوں کے تفصیلی تذکرے سیر کی کتابوں میں مسطور ہیں۔ یہاں اختصاراً اس تفصیل کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

وہب ابن عبداللہ کلبی کا ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ قبیلہ بنی کلب کے زیبا و نیک خو، گُلرخ حسین جوان تھے، اٹھتی جوانی اور عُنفوانِ شباب، امنگوں کا وقت اور بہاروں کے دن تھے۔ صرف سترہ روز شادی کو ہوئے تھے اور ابھی بساطِ عشرت و نِشاط گرم ہی تھی کہ آپ کے پاس آپ کی والدہ پہنچیں جو ایک بیوہ عورت تھیں اور جن کی ساری کمائی اور گھر کا چراغ یہی ایک نوجوان بیٹا تھا۔ اس مُشفق ماں نے پیارے بیٹے کے گلے میں باہیں ڈال کر رونا شروع کر دیا۔ بیٹا حیرت میں آ کر ماں سے دریافت کرتا ہے کہ مادر محترمہ رنج و ملال کا سبب کیا ہے؟ میں نے اپنی عمر میں کبھی آپ کی نافرمانی نہ کی نہ آئندہ کر سکتا ہوں۔

Marfat.com

آپ کی اطاعت و فرماں برداری فرض ہے اور میں تا بہ زندگی مطیع و فرماں بردار رہوں گا۔ آپ کے دل کو کیا صدمہ پہنچا اور آپ کو کس غم نے رلایا؟ میری پیاری ماں! میں آپ کے حکم پر جان فدا کرنے کو تیار ہوں آپ غمگین نہ ہوں۔ اکلوتے سعادت مند بیٹے کی یہ سعادت مندانہ گفتگو سن کر ماں اور چیخ مار کر رونے لگی اور کہنے لگی، اے فرزندِ دلبند! میری آنکھ کا نور دل کا سرور تو ہی ہے اور اے میرے گھر کے چراغ اور میرے باغ کے پھول! میں نے اپنی جان گھلا گھلا کر تیری جوانی کی بہار پائی ہے، تو ہی میرے دل کا قرار ہے تو ہی میری جان کا چین ہے، ایک دم تیری جدائی اور ایک لمحہ تیرا، افتراق مجھے برداشت نہیں ہو سکتا۔

چوں در خواب باشم توئی در خیالم
چوں بیدار گردم توئی در ضمیرم

اے جان مادر! میں نے تجھے اپنا خونِ جگر پلایا ہے۔ آج مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا جگر گوشہ، خاتون جنت کا نونہال دشت کربلا میں مبتلائے مصیبت و جفا ہے، پیارے بیٹے! کیا تجھ سے ہو سکتا ہے کہ تو اپنا خون اس پر نثار کرے اور اپنی جان اس کے قدموں پر قربان کر ڈالے۔ اس بے غیرت زندگی پر ہزار تف ہے کہ ہم زندہ رہیں اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا لاڈلا ظلم و جفا کے ساتھ شہید کیا جائے اگر تجھے میری محبتیں کچھ یاد ہوں اور تیری پرورش میں جو محنتیں میں نے اٹھائی ہیں ان کو تو بھولا نہ ہو تو اے میرے چمن کے پھول! تو حسین کے سر پر صدقہ ہو جا۔ وہب نے کہا: اے مادر مہربان! خوبی نصیب، یہ جان، شہزادۂ کونین پر فدا ہو جائے اور یہ ناچیز ہدیہ وہ آقا قبول کر لیں۔ میں دل و جان سے آمادہ ہو

Marfat.com

ل، ایک لمحہ کی اجازت چاہتا ہوں تا کہ اس بی بی سے دو باتیں کرلوں جس نے اپنی زندگی کے عیش و راحت کا سہرا میرے سر باندھا ہے اور جس کے ارمان میرے سوا کسی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے، اس کی حسرتوں کے تڑپنے کا خیال ہے، وہ اگر صبر نہ کر سکی تو میں اس کو اجازت دے دوں کہ وہ اپنی زندگی کو جس طرح چاہے گزارے۔ ماں نے کہا: بیٹا! عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں۔ مبادا تو اس کی باتوں میں آجائے اور یہ سعادت سرمدی تیرے ہاتھوں سے جاتی رہے۔

وہب نے کہا: پیاری ماں، امام حسین علیٰ جدہ و علیہ السلام کی محبت کی گرہ دل میں ایسی مضبوط لگی ہے کہ اس کو کوئی کھول نہیں سکتا اور ان کی جان نثاری کا نقش دل پر اس طرح جا گزیں ہوا ہے جو دنیا کے کسی بھی پانی سے نہیں دھویا جا سکتا ہے۔ یہ کہہ کر بی بی کی طرف آیا اور اسے خبر دی کہ فرزندِ رسول میدانِ کربلا میں بے یار و مددگار ہیں اور غداروں نے ان پر نرغہ کیا ہے۔ میری تمنا ہے کہ ان پر جان نثار کروں۔ یہ سن کر نئی دلہن نے امید بھرے دل سے ایک آہ کھینچی اور کہنے لگی، اے میرے آرام جاں! افسوس یہ ہے کہ اس جنگ میں میں تیرا ساتھ نہیں دے سکتی، شریعتِ اسلامیہ نے عورتوں کو حرب کے لیے میدان میں آنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ افسوس! اس سعادت میں میرا حصہ نہیں کہ تیرے ساتھ میں بھی اس جان جہاں پر جان قربان کروں ابھی میں نے دل بھر کے تیرا چہرہ بھی نہیں دیکھا ہے اور تو نے جنتی چمنستان کا ارادہ کر دیا وہاں حوریں تیری خدمت کی آرزومند ہوں گی۔ مجھ سے عہد کر کہ جب سردارانِ اہلِ بیت کے ساتھ جنت میں تیرے لیے بے شمار نعمتیں حاضر کی جائیں گی اور بہشتی حوریں تیری خدمت کے لیے حاضر ہوں اس وقت تو مجھے نہ بھول جائے۔

Marfat.com

یہ نوجوان اپنی اس نیک بی بی اور برگزیدہ ماں کو لے کر فرزندِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دلہن نے عرض کیا: یاابن رسول! شہداء گھوڑے سے زمین پر گرتے ہی حوروں کی گود میں پہونچتے ہیں اور بہشتی حسین کمالِ اطاعت شعاری کے ساتھ ان کی خدمت کرتے ہیں، میرا یہ نوجوان شوہر حضور پر جاں نثاری کی تمنار کھتا ہے اور میں نہایت بے کس ہوں، نہ میری ماں ہے نہ باپ ہے نہ کوئی بھائی ہے نہ ایسے قرابتی رشتہ دار ہیں جو میری کچھ خبر گیری کر سکیں۔ التجا یہ ہے کہ عرصہ گاہِ محشر میں میرے اس شوہر سے جدائی نہ ہو اور دنیا میں مجھ غریب کو آپ کے اہلِ بیت اپنی کنیزوں میں رکھیں اور میری عمر کا آخری حصہ آپ کی پاک بیبیوں کی خدمت میں گزر جائے۔

حضرت امام کے سامنے یہ تمام عہد ہو گئے اور وہب نے عرض کر دیا کہ اے امام! اگر حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے مجھے جنت ملی تو میں عرض کروں گا کہ یہ بی بی میرے ساتھ رہے اور میں نے اس سے عہد کیا ہے۔

وہب اجازت چاہ کر میدان میں چل دیا۔ لشکر اعداء نے دیکھا کہ گھوڑے پر ایک ماہر و، سوار ہے اور اجل ناگہانی کی طرح دشمن پر تاخت لاتا ہے، ہاتھ میں نیزہ ہے، دوش پر سپَر ہے اور دل ہلا دینے والی آواز کے ساتھ یہ رجز پڑھتا آرہا ہے:

اَمِیْرٌ حُسَیْنٌ وَ نِعْمَ الْاَمِیْر

لَهٗ لَمْعَةٌ كَالسِّرَاجِ الْمُنِیْر

ایں چہ ذو قست کہ جاں می بازد

وہب کلبی بسگِ کوئے حسین

Marfat.com

دست او تیغ زند تاکه کند

روئے اشرار چو گیسوئے حسین

برق خاطف کی طرح میدان میں پہونچا۔ کوہ پیکر گھوڑے پر سپہ گری کے فنون دکھائے۔ صف اعداء سے مبارز طلب کیا جو سامنے آیا تلوار سے اس کا سر اڑایا، گرد و پیش خود سروں کے سروں کا انبار لگا دیا اور ناکسوں کے تن خون و خاک میں تڑپتے نظر آنے لگے، یکبارگی گھوڑے کی باگ موڑ دی اور ماں کے پاس آ کر عرض کیا کہ اے مادر مشفقہ! تو مجھ سے راضی ہوئی اور بیوی کی طرف جا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا جو بیقرار رو رہی تھی اور اس کو صبر دلایا اس کی زبانِ حال کہتی تھی:

جان ز غم فرسودہ دارم، چوں نہ نالم آہ آہ!!

دل بدرد آلودہ دارم، چوں نہ گریم زار زار!!

اتنے میں اعداء کی طرف سے آواز آئی کہ کیا کوئی مبارز ہے۔ وہب گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کی طرف روانہ ہوا۔ نئی دلہن ٹکٹکی باندھے اس کو دیکھ رہی ہے اور آنکھوں سے آنسو کے دریا بہا رہی ہے۔

از پیش من آں یار چوں تعجیل کناں رفت

دل نعرہ بر آورد کہ جاں رفت رواں رفت

وہب شیر ژیاں کی طرح تیغ آبدار و نیزۂ جاں شکار لے کر معرکۂ کارزار میں صاعقہ وار آ پہنچا۔ اس وقت میدان میں اعداء کی طرف سے ایک مشہور بہادر اور نامدار سوار حکم بن طفیل غرورِ نبرد آزمائی میں سرشار تھا۔ وہب نے ایک ہی حملے میں اس کو نیزہ پر اٹھا کر اس طرح زمین پر دے مارا کہ ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں

Marfat.com

اور دونوں لشکروں میں شور مچ گیااور مبارزوں میں ہمت مقابلہ نہ رہی وہب گھوڑادوڑاتا قلب دشمن پر پہنچا، جو مبارز سامنے آتااس کو نیزہ کی نوک پر اٹھا کر خاک پر پٹک دیتا یہاں تک کہ نیزہ پارہ پارہ ہو گیا، تلوار میان سے نکالی اور تیغ زنوں کی گردنیں اڑا کر خاک میں ملادیں۔ جب اعداء اس جنگ سے تنگ آگئے تو عمر بن سعد نے حکم دیا کہ لوگ اس کے گرد ہجوم کر کے حملہ کر دیں اور ہر طرف سے یکبار گی ہاتھ چھوڑیں ایسا ہی کیااور جب وہ نوجوان زخموں سے چور ہو کر زمین پر آیا تو سیاہ دِلانِ بد باطن نے اس کا سر کاٹ کر لشکر امام حسین میں ڈال دیا۔ اس کی ماں بیٹے کے سر کو اپنے منہ سے ملتی تھی اور کہتی تھی اے بیٹا! بہادر بیٹا! اب تیری ماں تجھ سے راضی ہوئی۔ پھر وہ سر اس دلہن کی گود میں لا کر رکھ دیا، دلہن نے اپنے پیارے شوہر کے سر کو بوسہ دیا۔ اسی وقت پروانہ کی طرح اس شمع جمال پر قربان ہو گئی اور اس کا طائرِ روح اپنے نوشاہ کے ساتھ ہم آغوش ہو گیا۔

سر خروئی اسے کہتے ہیں کہ راہِ حق میں
سر کے دینے میں ذرا تو نے تامل نہ کیا

اَسْکَنَکُمَا اللهُ فَرَادِیْسَ الْجِنَانِ وَاَغْرَقَکُمَا فِیْ بِحَارِ الرَّحْمَةِ وَالرِّضْوَانِ (روضۃ الاحباب)

ان کے بعد اور سعادت مند جاں نثار، دادِ جان نثاری دیتے اور جانیں فدا کرتے رہے۔ جن جن خوش نصیبوں کی قسمت میں تھا انھوں نے خاندانِ اہلِ بیت پر اپنی جانیں فدا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس زمرہ میں حُر بن یزید ریاحی قابل ذکر ہے۔ جنگ کے وقت حُر کا دل بہت مضطرب تھااور اس کی سیماب وار بیقراری

Marfat.com

اس کو ایک جگہ نہ ٹھہرنے دیتی تھی، کبھی وہ عمر بن سعد سے جا کر کہتے تھے کہ تم امام کے ساتھ جنگ کروگے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیا جواب دوگے؟ عمر بن سعد کو اس کا جواب نہ بن آتا تھا۔

وہاں سے ہٹ کر پھر میدان میں آتے ہیں، بدن کانپ رہا ہے، چہرہ زرد ہے، پریشانی کے آثار نمایاں ہیں، دل دھڑک رہا ہے، ان کے بھائی مصعب بن یزید نے ان کا یہ حال دیکھ کر پوچھا کہ اے برادر! آپ مشہور جنگ آزما اور دلاور و شجاع ہیں، آپ کے لیے یہ پہلا ہی معرکہ نہیں بارہا جنگ کے خونیں مناظر آپ کی نظر کے سامنے گزرے ہیں اور بہت سے دیو پیکر آپ کی خون آشام تلوار سے پیوند خاک ہوئے ہیں۔ آپ کا یہ کیا حال ہے اور آپ پر اس قدر خوف وہراس کیوں غالب ہے؟ حُر نے کہا کہ اے برادر! یہ مصطفی کے فرزند سے جنگ ہے، اپنی عاقبت سے لڑائی ہے، میں بہشت و دوزخ کے درمیان کھڑا ہوں، دنیا پوری قوت کے ساتھ مجھ کو جہنم کی طرف کھینچ رہی ہے اور میرا دل اس کی ہیبت سے کانپ رہا ہے۔ اسی اثناء میں حضرت امام کی آواز آئی فرماتے ہیں: کوئی ہے جو آج آلِ رسول پر جان نثار کرے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں سرخروئی پائے۔

یہ صدا تھی جس نے پاؤں کی بیڑیاں کاٹ دیں، دلِ بے تاب کو قرار بخشا اور اطمینان ہوا کہ شاہزادۂ کونین میری پہلی جرأت سے چشم پوشی فرمائیں تو عجب نہیں۔ کریم نے کرم سے بشارت دی ہے، جان فدا کرنے کے ارادہ سے چل پڑو۔ گھوڑا دوڑایا اور امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہو کر گھوڑے سے اتر کر نیاز مندوں کے طریقہ پر رِکاب تھامی اور عرض کیا کہ اے ابن رسول!

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم، فرزند بتول! میں وہی حر ہوں جو پہلے آپ کے مقابل آیا اور جس نے آپ کو اس میدان بیابان میں روکا۔ اپنی اس جسارت و مبادرت پر نادم ہوں، شرمندگی اور خجالت نظر نہیں اٹھانے دیتی، آپ کی کریمانہ صدا سن کر امیدوں نے ہمت بندھائی تو حاضر خدمت ہوا ہوں، آپ کے کرم سے کیا بعید کہ عفوِ جرم فرمائیں اور غلامانِ بااخلاص میں شامل کریں اور اپنے اہل بیت پر جان قربان کرنے کی اجازت دیں۔

حضرت امام نے حُر کے سر پر دست مبارک رکھا اور فرمایا: اے حر! بارگاہ الٰہی میں اخلاص مندوں کے استغفار مقبول ہیں اور توبہ مستجاب، عذر خواہ محروم نہیں جاتے وَ هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ۔ شاد باش کہ میں نے تیری تقصیر معاف کی اور اس سعادت کے حصول کی اجازت دی۔

حُر، اجازت پا کر میدان کی طرف روانہ ہوا، گھوڑا چمکا کر صفِ اعداء پر پہنچا، حُر کے بھائی مصعب بن یزید نے دیکھا کہ حر نے دولت سعادت پائی اور نعمت آخرت سے بہرہ مند ہوا اور حرصِ دنیا کے غبار سے اس کا دامن پاک ہوا، اس کے دل میں بھی ولولہ اٹھا اور باگ اٹھا کر گھوڑا دوڑاتا ہوا چلا۔ عمر بن سعد کے لشکر کو گمان ہوا کہ بھائی کے مقابلہ کے لیے جاتا ہے۔ جب میدان میں پہنچا، بھائی سے کہنے لگا:

بھائی! تو میرے لیے خضرِ راہ ہو گیا اور مجھے تو نے سخت ترین مَہْلَکَہ سے نجات دلائی، میں بھی تیرے ساتھ ہوں اور رفاقتِ حضرتِ امام کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اعدائے بد کیش کو اس واقعہ سے نہایت حیرانی ہوئی۔ یہ واقعہ دیکھ کر عمر بن سعد کے بدن پر لرزہ پڑ گیا اور وہ گھبرا اٹھا اور اس نے ایک شخص

Marfat.com

کو منتخب کر کے اس کے لیے بھیجا اور کہا کہ رِفق و مدارات کے ساتھ سمجھا بہکا کر حُر کو اپنے موافق کرنے کی کوشش کرے اور اپنی چالبازی اور فریب کاری انتہا کو پہنچادے۔ پھر بھی ناکامی ہو تو اس کا سر کاٹ کر لے آئے۔ وہ شخص چلا اور حُر سے آ کر کہنے لگا:

اے حر! تیری عقل و دانائی پر ہم فخر کیا کرتے تھے مگر آج تو نے کمال نادانی کی کہ اس لشکرِ جرّار سے نکل کر یزید کے انعام و اکرام پر ٹھوکر مار کر چند بیکس مسافروں کا ساتھ دیا جن کے ساتھ نانِ خشک کا ایک ٹکڑا اور پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے، تیری اس نادانی پر افسوس آتا ہے۔

حر نے کہا: اے بے عقل ناصح تجھے اپنی نادانی پر رنج کرنا چاہیے کہ تو نے طاہر کو چھوڑ کر نجس کو قبول کیا اور دولت باقی کے مقابلہ میں دنیائے فانی کے مَوہُوم آرام کو ترجیح دی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے امام حسین کو اپنا پھول فرمایا ہے۔ میں اس گلستانِ رسالت پر جان قربان کرنے کی تمنا رکھتا ہوں، رضائے رسول سے بڑھ کر کونین میں کونسی دولت ہے۔

کہنے لگا: اے حر! یہ تو میں بھی خوب جانتا ہوں لیکن ہم لوگ سپاہی ہیں اور آج دولت و مال یزید کے پاس ہے۔

حر، نے کہا: اے کم ہمت! اس حوصلہ پر لعنت! اب تو ناصح بد باطن کو یقین ہو گیا کہ اس کی چرب زبانی، حُر، پر اثر نہیں کر سکتی۔ اہلِ بیت کی محبت اس کے قلب میں اتر گئی ہے اور اس کا سینہ آلِ رسول علیہ السلام کی وِلا سے مَملو ہے۔ کوئی مکر و فریب اس پر نہ چلے گا۔ باتیں کرتے کرتے ایک تیر حُر کے سینہ پر کھینچ مارا، حُر نے زخم کھا کر ایک نیزہ کا وار کیا جو سینہ سے پار ہو گیا اور

Marfat.com

زِین سے اٹھا کر زمین پر پٹک دیا۔ اس شخص کے تین بھائی تھے، یکبار گی حر پر دوڑ پڑے، حر نے آگے بڑھ کر ایک کا سر تلوار سے اڑا دیا۔ دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈال کر زِین سے اٹھا کر اس طرح پھینکا کہ گردن ٹوٹ گئی۔ تیسرا بھاگ نکلا اور حر نے اس کا تعاقب کیا، قریب پہنچ کر اس کی پشت پر نیزہ مارا وہ سینہ سے نکل گیا، اب حر نے لشکرِ ابنِ سعد کے مَیمَنہ پر حملہ کیا اور خوب زور کی جنگ ہوئی، لشکر ابن سعد کو حر کے جنگی ہنر کا اعتراف کرنا پڑا اور وہ جانباز صادق دادِ شجاعت دے کر فرزندِ رسولؐ پر جان فدا کر گیا۔

حضرت امام عالی مقام حر، کو اٹھا کر لائے اور اس کے سر کو زانوئے مبارک پر رکھ کر اپنے پاک دامن سے اس کے چہرے کا غبار دور فرمانے لگے، ابھی رَمَقِ جان باقی تھی، ابنِ زَہرا کے پھول کے مہکتے دامن کی خوشبو حر کے دماغ میں پہنچی، مَشامِ جاں معطر ہو گیا، آنکھیں کھول دیں، دیکھا کہ ابن رسول اللہ کی گود میں ہے۔ اپنے بخت و مقدر پر ناز کرتا ہوا فردوس بریں کو روانہ ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حر، کے ساتھ اس کے بھائی اور غلام نے بھی نوبت بہ نوبت دادِ شجاعت دے کر اپنی جانیں اہلِ بیت پر قربان کیں۔ پچاس سے زیادہ آدمی شہید ہو چکے اب صرف خاندان اہل بیت باقی ہے اور دشمنان بدباطن کی انھیں پر نظر ہے یہ حضرات پروانہ وار حضرت امام پر نثار ہیں۔ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ امام عالی مقام کے اس چھوٹے سے لشکر میں سے اس مصیبت کے وقت میں کسی نے بھی ہمت نہ ہاری، رُفَقا اور مَوالی میں سے کسی کو بھی تو اپنی جان پیاری نہ معلوم ہوئی، ساتھیوں میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو اپنی جان لے کر بھاگتا یا دشمنوں کی پناہ

Marfat.com

چاہتا۔ جان نثارانِ امام نے اپنے صدق و جانبازی میں پروانہ و بلبل کے افسانے ہیچ کر دیئے، ہر ایک کی تمنا تھی اور ہر ایک کا اصرار تھا کہ پہلے جاں نثاری کو ان کو موقع دیا جائے، عشق و محبت کے متوالے شوق شہادت میں مست تھے، تنوں کا سر سے جدا ہونا اور راہِ خدا میں شہادت پانا ان پر وجد کی کیفیت طاری کرتا تھا، ایک کو شہید ہوتا دیکھ کر دوسرے کے دلوں میں شہادتوں کی امنگیں جوش مارتی تھیں۔

اہل بیت کے نوجوانوں نے خاکِ کربلا کے صفحات پر اپنے خون سے شجاعت و جوانمردی کے وہ بے مثال نقوش ثبت فرمائے جن کو تَبَدُّلِ اَزْمِنَہ کے ہاتھ محو کرنے سے قاصر ہیں۔

اب تک نیاز مندوں اور عقیدت کیشوں کی معرکہ آرائیاں تھیں جنہوں نے عَلَم بردارانِ شجاعت کو خاک و خون میں لٹا کر اپنی بہادری کے غلغلے دکھائے تھے اب اسد اللہ کے شیرانِ حق کا موقع آیا اور علی مرتضیٰ کے خاندان کے بہادروں کے گھوڑوں نے میدانِ کربلا کو جولانگاہ بنایا۔

ان حضرات کا میدان میں آنا تھا کہ بہادروں کے دل سینوں میں لرزنے لگے اور ان کے حملوں سے شیر دل بہادر چیخ اٹھے، اسد اللہی تلواریں تھیں یا شِہابِ ثاقِب کی آتش باری، بنی ہاشم کی نبرد آزمائی اور جاں شکار حملوں نے کربلا کی تشنہ لب زمین کو دشمنوں کے خون سے سیراب کر دیا اور خشک ریگستان سرخ نظر آنے لگا۔ نیزوں کی نوکوں پر صف شکن بہادروں کو اٹھانا اور خاک میں ملانا ہاشمی نوجوانوں کا معمولی کرتب تھا، ہر ساعت نیا مبارز آتا تھا اور ہاتھ اٹھاتے ہی فنا ہو جاتا تھا، ان کی تیغ بے نیام اجل کا پیام تھی اور نوکِ سناں قضا کا فرمان، تلواروں

Marfat.com

کی چمک نے نگاہیں خِیرہ کر دیں اور حرب و ضرب کے جوہر دیکھ کر کوہ پیکر ترساں وہراساں ہوگئے۔ کبھی مَیمَنہ پر حملہ کیا تو صفیں درہم برہم کر ڈالیں معلوم ہوتا تھا کہ سوار مقتولوں کے سمندر میں تیر رہا ہے کبھی مَیسَرَہ کی طرف رخ کیا تو معلوم ہوا کہ مردوں کی جماعت کھڑی تھی جو اشارہ کرتے ہی لوٹ گئی۔ صاعقہ کی طرح چمکنے والی تیغ خون میں ڈوب ڈوب کر نکلتی تھی اور خون کے قطرات اس سے ٹپکتے رہتے تھے۔اس طرح خاندان امام کے نوجوان اپنے اپنے جوہر دکھا دکھا کر امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جان قربان کرتے چلے جارہے تھے۔ خیمہ سے چلتے تھے تو، بَلْ اَحْیَآءٌ عِندَ رَبِّھِم کے چمنستان کی دلکش فضاان کی آنکھوں کے سامنے ہوتی تھی۔ میدانِ کربلا کی راہ سے اس منزل تک پہنچنا چاہتے تھے۔

فرزندانِ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاربہ نے دشمن کے ہوش اڑادیئے، ابنِ سعد نے اعتراف کیا کہ اگر فریب کاریوں سے کام نہ لیا جاتا یا ان حضرات پر پانی بند نہ کیا جاتا تو اہل بیت کا ایک ایک نوجوان تمام لشکر کو برباد کر ڈالتا۔ جب وہ مقابلہ کے لیے اٹھتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ قہرالٰہی آرہا ہے، ان کا ایک ایک ہُنَر ور، صف شکنی و مبارز فگنی میں فرد تھا۔ الحاصل اہلِ بیت کے نونہالوں اور ناز کے پالوں نے میدان کربلا میں حضرت امام پر اپنی جانیں فدا کیں اور تیر وسناں کی بارش میں حمایتِ حق سے منہ نہ موڑا، گردنیں کٹوائیں، خون بہائے، جانیں دیں مگر کلمۂ ناحق زبان پر نہ آنے دیا، نوبت بہ نوبت تمام شہزادے شہید ہوتے چلے گئے۔ اب حضرت امام کے سامنے ان کے نورِ نظر حضرت علی اکبر حاضر ہیں، میدان کی اجازت چاہتے ہیں، مِنَّت وسَماجَت ہورہی ہے، عجیب وقت

Marfat.com

ہے، چہیتا بیٹا شفیق باپ سے گردن کٹوانے کی اجازت چاہتا ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے جس کی کوئی ہٹ، کوئی ضد ایسی نہ تھی جو پوری نہ کی جاتی، جس نازنین کو کبھی پدرِ مہربان نے انکاری جواب نہ دیا تھا آج اس کی یہ تمنا یہ التجا دل و جگر پر کیا اثر کرتی ہو گی۔ اجازت دیں تو کس بات کی! گردن کٹانے اور خون بہانے کی! نہ دیں تو چمنستانِ رسالت کا وہ گلِ شاداب کملایا جاتا ہے مگر اس آرزو مند شہادت کا اصرار اس حد پر تھا اور شوقِ شہادت نے ایسا وارفتہ بنا دیا تھا کہ چار و نا چار حضرت امام کو اجازت دینا ہی پڑی۔

حضرت امام نے اس نوجوان جمیل کو خود گھوڑے پر سوار کیا، اسلحہ اپنے دست مبارک سے لگائے، فولادی مِغفَر سر پر رکھا، کمر پر پٹکا باندھا، تلوار حمائل کی، نیزہ اس ناز پروردۂ سیادت کے مبارک ہاتھ میں دیا اس وقت اہل بیت کی بیبیوں بچوں پر کیا گزر رہی تھی جن کا تمام کنبہ و قبیلہ برادر و فرزند سب شہید ہو چکے تھے اور ایک جگمگاتا ہوا چراغ بھی آخری سلام کر رہا تھا۔ ان تمام مصائب کو اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رضائے حق کے لیے بڑے اِستِقلال کے ساتھ برداشت کیا اور یہ انھیں کا حوصلہ تھا۔

حضرت علی اکبر خیمہ سے رخصت ہو کر میدان کارزار کی طرف تشریف فرما ہوئے، جنگ کے مطلع میں ایک آفتاب چمکا، مشکین کا کُل کی خوشبو سے میدان مہک گیا، چہرہ کی تجلی نے معرکۂ کارزار کو عالَمِ انوار بنا دیا۔

نور نگاہ فاطمۂ آسماں جناب
صبرِ دلِ خدیجۂ پاک ارم قباب

Marfat.com

لخت دل امام حسین ابنِ ابو تراب
شیر خدا کا شیر وہ شیروں میں انتخاب
صورت تھی انتخاب تو قامت تھا لاجواب
گیسو تھے مشک ناب تو چہرہ تھا آفتاب
چہرہ سے شاہزادہ کا اٹھا جبھی نقاب
مہر سپہر ہو گیا خجلت سے آب آب
کاکل کی شام رخ کی سحر موسم شباب
سنبل نثار شام فدائے سحر گلاب
شہزادۂ جلیل علی اکبرِ جمیل
بستان حسن میں گل خوش منظر شباب
پالا تھا اہل بیت نے آغوش ناز میں
شرمندہ اس کی ناز کی سے شیشۂ حباب
صحرائے کوفہ عالَمِ انوار بن گیا
چمکا جو رَن میں فاطمہ زہرا کا ماہتاب
خورشید جلوہ گر ہوا پُشتِ سَمَنْد پر
یا ہاشمی جوان کے رُخ سے اٹھا نقاب
صولت نے مرحبا کہا شوکت تھی رجز خواں
جرأت نے باگ تھامی شجاعت نے کی رکاب
چہرہ کو اس کے دیکھ کے آنکھیں جھپک گئیں
دل کانپ اٹھے ہو گیا اعداء کو اضطراب

Marfat.com

سینوں میں آگ لگ گئی اعدائے دین کے
غیظ و غضب کے شعلوں سے دل ہو گئے کباب
نیزہ جگر شگاف تھا اس گل کے ہاتھ میں
یا اژدہا تھا موت کا ،یا اَسوء العقاب
چمکا کے تیغ مردوں کو نامرد کر دیا
اس سے نظر ملاتا یہ تھی کس کے دل میں تاب
کہتے تھے آج تک نہیں دیکھا کوئی جواں
ایسا شجاع ہوتا جو اس شیر کا جواب
مردانِ کار لرزہ براندام ہو گئے
شیرافگنوں کی حالتیں ہونے لگیں خراب
کوہ پیکروں کو تیغ سے دو پارہ کر دیا
کی ضرب خَود پر تو اڑا ڈالا تا رِ کاب
تلوار تھی کہ صاعقۂ برق بار تھا
یا ازبرائے رجم شیاطین تھا شہاب
چہرہ میں آفتاب نبوت کا نور تھا
آنکھوں میں شانِ صولتِ سر کارِ بوتراب
پیاسا رکھا جنھوں نے انہیں سیر کر دیا
اس جود پر ہے آج تری تیغ زہر آب
میداں میں اس کے حسنِ عمل دیکھ کر نعیمؔ
حیرت سے بدحواس تھے، جتنے تھے شیخ و شاب

Marfat.com

میدان کربلا میں فاطمی نوجوان پُشتِ سَمَنْد پر جلوہ آرا تھا، چہرہ کی تابش ماہِ تاباں کو شرمارہی تھی، سرو قامت نے اپنے جمال سے ریگستان کو بستانِ حسن بنادیا، جوانی کی بہاریں قدموں پر نثار ہورہی تھیں، سنبل کا کُل سے خجل، برگِ گل اس کی نزاکت سے مُنْفَعِل، حسن کی تصویر، مصطفی کی تنویر حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کے جمال اقدس کا خطبہ پڑھ رہی تھی، یہ چہرۂ تاباں اس روئے درخشاں کی یاد دلارہا تھا۔ ان سنگدلوں پر حیرت جو اس گلِ شاداب کے مقابلہ کا ارادہ رکھتے تھے، ان بے دینوں پر بے شمار نفرت جو حبیب خدا کے نونہال کو گزند پہچانا چاہتے تھے۔ یہ اسداللّٰہی شیر میدان میں آیا، صفِ اعداء کی طرف نظر کی، ذوالفقارِ حیدری کو چمکایا اور اپنی مبارک زبان سے رَجز شروع کی:

اَنَا عَلِیُّ ابْنُ الْحُسَیْنِ ابْنِ عَلِیٍّ

نَحْنُ اَهْلُ الْبَیْتِ اَوْلٰی بِالنَّبِیِّ

جس وقت شاہزادۂ عالی قدر نے یہ رَجز پڑھی ہو گی کربلا کا چپہ چپہ اور ریگستانِ کوفہ کا ذرہ ذرہ کانپ گیا ہو گا۔ ان مدعیانِ ایمان کے دل پتھر سے بدرجہا بدتر تھے جنہوں نے اس نوبادۂ چمنستانِ رسالت کی زبانِ شیریں سے یہ کلمے سنے پھر بھی ان کی آتشِ عِناد سَرد نہ ہوئی اور کمینہ سینہ سے کینہ دور نہ ہوا۔ لشکریوں نے عمر بن سعد سے پوچھا: یہ سوار کون ہے جس کی تجلی نگاہوں کو خِیرہ کررہی ہے اور جس کی ہیبت وصَولَت سے بہادروں کے دل ہراساں ہیں، شانِ شجاعت اس کی ایک ایک ادا سے ظاہر ہے۔

کہنے لگا: یہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ہیں۔ صورت وسیرت میں اپنے جد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے بہت مناسبت رکھتے ہیں۔ یہ سن

Marfat.com

کر لشکریوں کو کچھ پریشانی ہوئی اور ان کے دلوں نے ان پر ملامت کی کہ اس آقازادے کے مقابل آنا اور ایسے جلیل القدر مہمان کے ساتھ یہ سلوک بے مروتی کرنا نہایت سفلہ پن اور بد باطنی ہے، لیکن ابن زیاد کے وعدے اور یزید کے انعام و اکرام و طمعِ دولت و مال کی حرص نے اس طرح گرفتار کیا تھا کہ وہ اہل بیت اطہار کی قدر و شان اور اپنے افعال و کردار کی شامت و نحوست جاننے کے باوجود اپنے ضمیر کی ملامت کی پرواہ نہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باغی بنے اور آل رسول کے خون سے کنارہ کرنے اور اپنے دارین کی روسیاہی سے بچنے کی انھوں نے کوئی پرواہ نہ کی شاہزادۂ عالی وقار نے مبارز طلب فرمایا صف اعداء میں کسی کو جنبش نہ ہوئی، کسی بہادر کا قدم نہ بڑھا، معلوم ہوتا تھا کہ شیر کے مقابل بکریوں کا ایک گلہ ہے جو دم بخود اور ساکت ہے۔

حضرت علی اکبر نے پھر نعرہ مارا اور فرمایا کہ اے ظالمانِ جفا کیش! اگر بنی فاطمہ کے خون کی پیاس ہے تو تم میں سے جو بہادر ہو اسے میدان میں بھیجو، زور بازوئے علی دیکھنا ہو تو میرے مقابل آؤ۔ مگر کس کو ہمت تھی کہ آگے بڑھتا، کس کے دل میں تاب و تواں تھی کہ شیر ژیاں کے سامنے آتا۔ جب آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ دشمنان خونخوار میں سے کوئی ایک آگے نہیں بڑھتا اور ان کو برابر کی ہمت نہیں ہے کہ ایک کو ایک کے مقابل کریں تو آپ نے سَمَند بادپا کی باگ اٹھائی اور توسنِ صبار فتار کے مِہمیز لگائی اور صاعقہ وار دشمن کے لشکر پر حملہ کیا، جس طرف زد کی پرّے کے پرّے ہٹا دیئے، ایک ایک وار میں کئی کئی دیو پیکر گرا دیئے، ابھی مَیمَنہ پر چمکے تو اس کو منتشر کیا، ابھی مَیسَرَہ کی طرف پلٹے تو صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔ کبھی قلب لشکر میں غوطہ لگایا تو گردن کشوں کے سر

Marfat.com

موسم خزاں کے پتوں کی طرح تن کے درختوں سے جدا ہو کر گرنے لگے، ہر طرف شور برپا ہو گیا، دلاوروں کے دل چھوٹ گئے، بہادروں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں، کبھی نیزے کی ضرب تھی، کبھی تلوار کا وار تھا، شہزادۂ اہلِ بیت کا حملہ نہ تھا عذابِ الٰہی کی بلائے عظیم تھی۔ دھوپ میں جنگ کرتے کرتے چمنستانِ اہلِ بیت کے گلِ شاداب کو تشنگی کا غلبہ ہوا، باگ موڑ کر والدِ ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا: یَا اَبَتَاہُ! اَلْعَطَش: اے پدرِ بزرگوار! پیاس کا بہت غلبہ ہے۔

غلبہ کی کیا انتہا تین دن سے پانی بند ہے، تیز دھوپ اور اس میں جانبازانہ دوڑ دھوپ، گرم ریگستان، لوہے کے ہتھیار جو بدن پر لگے ہوئے ہیں وہ تمازتِ آفتاب سے آگ ہو رہے ہیں۔ اگر اس وقت حلق تر کرنے کے لیے چند قطرے مل جائیں تو فاطمی شیر گُرْبَہ خصلتوں کو پیوندِ خاک کر ڈالے۔ شفیق باپ نے جانباز بیٹے کی پیاس دیکھی مگر پانی کہاں تھا جو اس تشنۂ شہادت کو دیا جاتا، دستِ شفقت سے چہرۂ گلگوں کا گرد و غبار صاف کیا اور اپنی انگشتری فرزندِ ارجمند کے دہان اقدس میں رکھدی۔ پدرِ مہربان کی شفقت سے فی الجملہ تسکین ہوئی پھر شہزادہ نے میدان کا رخ کیا پھر صدا دی: ''هَلْ مِنْ مُّبَارِزٌ'' کوئی جان پر کھیلنے والا ہو تو سامنے آئے۔

عمر بن سعد نے طارق سے کہا: بڑے شرم کی بات ہے کہ اہل بیت کا اکیلا نوجوان میدان میں ہے اور تم ہزاروں کی تعداد میں ہو، اس نے پہلی مرتبہ مبارز طلب کیا تو تمھاری جماعت میں کسی کو ہمت نہ ہوئی پھر وہ آگے بڑھا تو صفیں کی صفیں درہم برہم کر ڈالیں اور بہادروں کا کھیت کر دیا، بھوکا ہے، پیاسا ہے، دھوپ میں لڑتے لڑتے تھک گیا ہے، خستہ اور ماندہ ہو چکا ہے پھر مبارز طلب

Marfat.com

کرتا ہے اور تمھاری تازہ دم جماعت میں سے کسی کو یارائے مقابلہ نہیں۔ تف ہے تمھارے دعوائے شجاعت و بسالت پر، ہو کچھ غیرت تو میدان میں پہنچ کر مقابلہ کرکے فتح حاصل کر تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تونے یہ کام انجام دیا تو عبداللہ ابن زیاد سے تجھ کو موصل کی حکومت دلادوں گا!

طارق نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں فرزندِ رسول اور اولاد ِبتول سے مقابلہ کرکے اپنی عاقبت بھی خراب کروں پھر بھی تو اپنا وعدہ وفانہ کرے تو نہ میں دنیا کا رہا نہ دین کا۔

ابن سعد نے قسم کھائی اور پختہ قول و قرار کیا۔ اس پر حریص طارق موصل کی حکومت کی لالچ میں گلِ بستانِ رسالت کے مقابلہ کے لیے چلا، سامنے پہنچتے ہی شہزادۂ والا تبار پر نیزہ کا وار کیا۔ شاہزادۂ عالی جاہ نے اس کا نیزہ رد فرما کر سینہ پر ایک ایسا نیزہ مارا کہ طارق کی پیٹھ سے نکل گیا اور وہ ایک دم گھوڑے سے گر گیا۔ شہزادہ نے بکمالِ ہنرمندی گھوڑے کو ایڑھ دے کر اس کو روندھ ڈالا اور ہڈیاں چکناچور کردیں۔ یہ دیکھ کر طارق کے بیٹے عمر بن طارق کو طیش آیا اور وہ جھلاتا ہوا گھوڑا دوڑا کر شہزادہ پر حملہ آور ہوا شاہزادہ نے ایک ہی نیزہ میں اس کا کام بھی تمام کردیا۔

اس کے بعد اس کا بھائی طلحہ بن طارق اپنے باپ اور بھائی کا بدلہ لینے کے لیے آتشیں شعلہ کی طرح شہزادہ پر دوڑ پڑا۔ حضرت علی اکبر نے اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر زین سے اٹھالیا اور زمین پر اس زور سے پٹکا کہ اس کا دم نکل گیا، شہزادہ کی ہیبت سے لشکر میں شور برپا ہو گیا۔

ابن سعد نے ایک مشہور بہادر مصراع ابن غالب کو شہزادہ کے مقابلہ

Marfat.com

کے لیے بھیجا، مصراع نے شہزادہ پر حملہ کیا، آپ نے تلوار سے نیزہ قلم کر کے اس کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ زین تک کٹ گئی دو ٹکڑے ہو کر گر گیا، اب کسی میں ہمت نہ رہی تھی کہ تنہا اس شیر کے مقابل آتا، ناچار ابن سعد نے محکم بن طفیل اور ابن نوفل کو ایک ایک ہزار سواروں کے ساتھ شاہزادہ پر یکبار گی حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ شاہزادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نیزہ اٹھا کر ان پر حملہ کیا اور انہیں دھکیل کر قلب لشکر تک پہنچا دیا۔

اس حملہ میں شہزادہ کے ہاتھ سے کتنے بد نصیب ہلاک ہوئے، کتنے پیچھے ہٹے، آپ پر پیاس کی شدت بہت ہوئی، پھر گھوڑا دوڑا کر پدرِ عالی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اَلْعَطَشْ اَلْعَطَشْ: بابا! پیاس کی بہت شدت ہے۔ اس مرتبہ حضرت امام نے فرمایا: اے نورِ دیدہ! حوضِ کوثر سے سیرابی کا وقت قریب آ گیا ہے، دستِ مصطفی علیہ التحیۃ والثناء سے وہ جام ملے گا جس کی لذت نہ تصور میں آسکتی ہے نہ زبان بیان کر سکتی ہے۔ یہ سن کر حضرت علی اکبر کو خوشی ہوئی اور وہ پھر میدان کی طرف لوٹ گئے اور لشکر دشمن کے یمین ویسار پر حملہ کرنے لگے، اس مرتبہ لشکرِ اشرار نے یکبار گی چاروں طرف سے گھیر کر حملے کرنا شروع کر دیئے۔ آپ بھی حملہ فرماتے رہے اور دشمن ہلاک ہو ہو کر خاک وخون میں لوٹتے رہے لیکن چاروں طرف سے نیزوں کے زخموں نے تن نازنین کو چکنا چور کر دیا تھا اور چمنِ فاطمہ کا گلِ رنگیں اپنے خون میں نہا گیا تھا، پیہم تیغ وسنان کی ضربیں پڑ رہی تھیں اور فاطمی شہسوار پر تیر و تلوار کا مینہ برس رہا تھا، اس حالت میں آپ پشت زین سے روئے زمین پر آئے اور سرو قامت نے خاکِ کربلا پر استراحت کی۔ اس وقت آپ نے آواز دی: یَا اَبَتَاہُ! اَدْرِکْنِیْ: اے پدرِ

Marfat.com

بزرگوار! مجھ کو لیجیے! حضرت امام گھوڑا بڑھا کر میدان میں پہنچے اور جانباز نونہال کو خیمہ میں لائے۔ اس کا سر گود میں لیا، حضرت علی اکبر نے آنکھ کھولی اور اپنا سر والد کی گود میں دیکھ کر فرمایا: جان ما نیاز منداں قربان توباد۔ اے پدر بزرگوار! میں دیکھ رہا ہوں آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں بہشتی حوریں شربت کے جام لیے انتظار کر رہی ہیں۔ یہ کہا اور جان، جان آفریں کے سپرد کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اہل بیت کا صبر و تحمل اللہ اکبر! امید کے گل نو شگفتہ کو کمھلایا ہوا دیکھا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا، ناز کے پالوں کو قربان کر دیا اور شکر الٰہی بجا لائے، مصیبت واندوہ کی کچھ نہایت ہے، فاقہ پر فاقہ ہیں، پانی کا نام و نشان نہیں، بھوکے پیاسے فرزند تڑپ تڑپ کر جانیں دے چکے ہیں، جلتے ریت پر فاطمی نونہال ظلم و جفا سے ذبح کیے گئے، عزیز و اقارب، دوست واحباب، خادم، موالی، دلبند، جگر پیوند سب آئین وفا ادا کر کے دوپہر میں شربت شہادت نوش کر چکے ہیں۔ اہل بیت کے قافلہ میں سناٹا ہو گیا ہے۔ جن کا کلمہ کلمہ تسکینِ دل وراحتِ جان تھا وہ نور کی تصویریں خاک وخون میں خاموش پڑی ہوئی ہیں۔ آل رسول نے رضا و صبر کا وہ امتحان دیا جس نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ بڑے سے لے کر بچے تک مبتلائے مصیبت تھے۔

حضرت امام کے چھوٹے فرزند علی اصغر جو ابھی کمسن ہیں، شیر خوار ہیں پیاس سے بیتاب ہیں، شدتِ تشنگی سے تڑپ رہے ہیں، ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے، پانی کا نام و نشان تک نہیں ہے، اس چھوٹے بچے کی خشک ننھی زبان باہر آتی ہے، بے چینی میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اور بیچ کھا کھا کر رہ جاتے ہیں، کبھی ماں

Marfat.com

کی طرف دیکھتے ہیں اور ان کو سوکھی زبان دکھلاتے ہیں۔

نادان بچہ کیا جانتا ہے کہ ظالموں نے پانی بند کر دیا ہے۔ ماں کا دل اس بے چینی سے پاش پاش ہوا جاتا ہے کبھی بچہ باپ کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ جانتا تھا کہ ہر چیز یہ لا کر دیا کرتے تھے۔ میری اس بے کسی کے وقت بھی پانی بہم پہنچائیں گے، چھوٹے بچے کی بے تابی دیکھی نہ گئی۔ والدہ نے حضرت امام سے عرض کیا: اس ننھی سی جان کی بے تابی دیکھی نہیں جاتی اس کو گود میں لے جایئے اور اس کا حال ظالمانِ سنگدل کو دکھایئے اس پر تو رحم آئے گا۔ اس کو تو چند قطرے دے دیں گے۔ یہ نہ جنگ کرنے کے لائق ہے نہ میدان کے لائق ہے۔ اس سے کیا عداوت ہے۔

حضرت امام اس چھوٹے نور نظر کو سینہ سے لگا کر سپاہِ دشمن کے سامنے پہنچے اور فرمایا کہ اپنا تمام کنبہ تو تمھاری بے رحمی اور جور و جفا کے نذر کر چکا اور اب اگر آتش بغض و عناد جوش پر ہے تو اس کے لیے میں ہوں۔ یہ شیر خوار بچہ پیاس سے دم توڑ رہا ہے اس کی بے تابی دیکھو اور کچھ شائبہ بھی رحم کا ہو تو اس کا حلق تر کرنے کو ایک گھونٹ پانی دو۔

جفا کارانِ سنگدل پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا اور ان کو ذرا رحم نہ آیا۔ بجائے پانی کے ایک بد بخت نے تیر مارا جو علی اصغر کا حلق چھید تا ہوا امام کے بازو میں بیٹھ گیا۔ امام نے وہ تیر کھینچا، بچہ نے تڑپ کر جان دی، باپ کی گود سے ایک نور کا پتلا لپٹا ہوا ہے، خون میں نہا رہا ہے، اہل خیمہ کو گمان ہے کہ سیاہ دلانِ بے رحم اس بچہ کو ضرور پانی دے دیں گے اور اس کی تشنگی دلوں پر ضرور اثر کرے گی۔ لیکن جب امام اس شگوفۂ تمنا کو خیمہ میں لائے اور اس کی والدہ نے اول نظر میں

Marfat.com

دیکھا کہ بچہ میں بے تابانہ حرکتیں نہیں ہیں، سکون کا عالم ہے، نہ وہ اضطراب ہے نہ بے قراری، گمان ہوا کہ پانی دے دیا ہو گا۔ حضرت امام سے دریافت کیا، فرمایا: وہ بھی ساقی کوثر کے جامِ رحمت و کرم سے سیراب ہونے کے لیے اپنے بھائیوں سے جاملا، اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ چھوٹی قربانی بھی قبول فرمائی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ وَنَوَالِہٖ۔

رضاو تسلیم کی امتحان گاہ میں امام حسین اور ان کے متوسلین نے وہ ثابت قدمی دکھائی کہ عالمِ ملائکہ بھی حیرت میں آ گیا ہو گا اِنِّی اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ کارازان پر منکشف ہو گیا ہو گا۔

حضرتِ امامِ عالی مقام کی شہادت

اب وہ وقت آیا کہ جاں نثار ایک ایک کرکے رخصت ہو چکے اور حضرت امام پر جانیں قربان کر گئے، اب تنہا حضرت امام ہیں اور ایک فرزند حضرت امام زین العابدین وہ بھی بیمار و ضعیف۔ باوجود اس ضعف و ناطاقتی کے خیمہ سے باہر آئے اور حضرت امام کو تنہا دیکھ کر مصافِ کارزار جانے اور اپنی جان نثار کرنے کے لیے نیزہ دست مبارک میں لیا لیکن بیماری، سفر کی کوفت، بھوک پیاس، متواتر فاقوں اور پانی کی تکلیفوں سے ضعف اس درجہ ترقی کر گیا تھا کہ کھڑے ہونے سے بدن مبارک لرزتا تھا باوجود اس کے ہمت مردانہ کا یہ حال تھا کہ میدان کا عزم کر دیا۔

حضرت امام نے فرمایا: جانِ پدر! لوٹ آؤ، میدان جانے کا قصد نہ کرو،

Marfat.com

میں کنبہ قبیلہ، عزیز واقارب، خدام، موالی جو ہمراہ تھے راہِ حق میں نثار کر چکا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ ان مصائب کو اپنے جد کریم کے صدقہ میں صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کیا اب اپنا ناچیز ہدیۂ سَر راہِ خدا میں نذر کرنے کے لیے حاضر ہے۔ تمھاری ذات کے ساتھ بہت امیدیں وابستہ ہیں، بے کسانِ اہلِ بیت کو وطن تک کون پہنچائے گا۔ بیبیوں کی نگہداشت کون کرے گا۔ جَدّ و پِدَر کی جو امانتیں میرے پاس ہیں کس کو سپرد کی جائیں گی۔ قرآن کریم کی محافظت اور حقائق عرفانیہ کی تبلیغ کا فرض کس کے سر پر رکھا جائے گا۔ میری نسل کس سے چلی گی۔ حسینی سیدوں کا سلسلہ کس سے جاری ہو گا۔ یہ سب توقعات تمھاری ذات سے وابستہ ہیں۔ دودمانِ رسالت و نبوت کے آخری چراغ تم ہی ہو، تمھاری ہی طلعت سے دنیا مُسْتَنِیر ہو گی۔ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے دلداد گانِ حسن تمھارے ہی روئے تاباں سے حبیب حق کے انوار و تجلیات کی زیارت کریں گے۔ اے نورِ نظر! لختِ جگر! یہ تمام کام تمھارے ذمہ کیے جاتے ہیں، میرے بعد تم ہی میرے جانشین ہو گے، تمھیں میدان جانے کی اجازت نہیں ہے۔

حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میرے بھائی تو جاں نثاری کی سعادت پا چکے اور حضور کے سامنے ہی ساقی کوثر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے آغوشِ رحمت و کرم میں پہنچے، میں تڑپ رہا ہوں۔ مگر حضرت امام نے کچھ پذیرانہ فرمایا اور امام زین العابدین کو ان تمام ذمہ داریوں کا حامل کیا اور خود جنگ کے لیے تیار ہوئے۔

قبائے مصری پہنی اور عمامۂ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سر پر باندھا، سید الشہدا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سپر پشت پر رکھی، حضرت حیدر

Marfat.com

گرّار کی ذوالفقارِ آبدار حمائل کی۔ اہلِ خیمہ نے اس منظر کو کس آنکھوں سے دیکھا ہو گا، امام میدان جانے کے لیے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اس وقت اہل بیت کی بے کسی انتہا کو پہنچتی ہے اور اُن کا سردار اُن سے طویل عرصہ کے لیے جدا ہو تا ہے، ناز پروردوں کے سروں سے شفقت پدری کا سایہ اٹھنے والا ہے، نونہالانِ اہل بیت کے گِرد یتیمی منڈلائی پھر رہی ہے۔

ازواج سے سہاگ رخصت ہو رہا ہے، دکھے ہوئے اور مجروح دل امام کی جدائی سے کٹ رہے ہیں، بے کس قافلہ حسرت کی نگاہوں سے امام کے چہرۂ دل افروز پر نظر کر رہا ہے، سکینہ کی ترسی ہوئی آنکھیں پدرِ بزرگوار کا آخری دیدار کر رہی ہیں، آن دو آن میں یہ جلوے ہمیشہ کے لیے رخصت ہونے والے ہیں، اہل خیمہ کے چہروں سے رنگ اڑ گئے ہیں۔ حسرت ویاس کی تصویریں ساکت کھڑی ہوئی ہیں، نہ کسی کے بدن میں جنبش ہے نہ کسی کی زبان میں تابِ حرکت نورانی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے ہیں اور خاندانِ مصطفی بے وطنی اور بے کسی میں اپنے سروں سے رحمتو کرم کے سایۂ گُستَر کو رخصت کر رہا ہے۔

حضرت امام نے اپنے اہل بیت کو تلقین صبر فرمائی۔ رضائے الٰہی پر صابر و شاکر رہنے کی ہدایت کی اور سب کو سپردِ خدا کر کے میدان کی طرف رخ کیا۔ اب نہ قاسم ہیں نہ ابو بکر و عمر نہ عثمان و عون نہ جعفر و عباس جو حضرت امام کو میدان جانے سے روکیں اور اپنی جانوں کو امام پر فدا کریں۔ علی اکبر بھی آرام کی نیند سو گئے جو حصولِ شہادت کی تمنا میں بے چین تھے۔ تنہا امام ہیں اور آپ ہی کو اعدا کے مقابل جانا ہے۔

خیمہ سے چلے اور میدان میں پہنچے، حق و صداقت کا روشن آفتاب

Marfat.com

سرزمینِ شام میں طالع ہوا، امیدِ زندگانی و تمنائے زیست کا گردو غبار اس کے جلوے کو چھپانہ سکا،حُبِّ دنیاو آسایشِ حیات کی رات کے سیاہ پردے آفتابِ حق کی تجلیوں سے چاک چاک ہو گئے،باطل کی تاریکی اس کی نورانی شعاعوں سے کافور ہو گئی، مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرزند راہِ حق میں گھر لٹا کر، کنبہ کٹا کر سر بکف موجود ہے۔ہزارہاسپہ گرانِ نبرد آزما کالشکرِ گراں سامنے موجود ہے اور اس کی پیشانیٔ مُصَفّا پر شکن بھی نہیں ، دشمن کی فوجیں پہاڑوں کی طرح گھیرے ہوئے ہیں اور امام کی نظر میں پَرِ کاہ کے برابر بھی ان کاوزن نہیں۔ آپ نے ایک رَجز پڑھی جو آپ کے ذاتی و نسبی فضائل پر مشتمل تھی اور اس میں شامیوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناخوشی و ناراضگی اور ظلم کے انجام سے ڈرایا گیا تھا۔اس کے بعد آپ نے ایک خطبہ فرمایا اور اس میں حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا:

اے قوم!خدا سے ڈرو، جو سب کا مالک ہے جان دینا، جان لینا سب اس کے قدر تو اختیار میں ہے۔اگر تم خداوندِ عالَم جل جلالہ پر یقین رکھتے اور میرے جد حضرت سید انبیا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہو تو ڈرو کہ قیامت کے دن میزانِ عدل قائم ہو گی، اعمال کا حساب کیا جائے گا، میرے والدین محشر میں اپنی آل کے بے گناہ خونوں کا مطالبہ کریں گے۔ حضور سید انبیا صلی اللہ علیہ وسلم جن کی شفاعت گنہگاروں کی مغفرت کا ذریعہ ہے اور تمام مسلمان جن کی شفاعت کے امیدوار ہیں وہ تم سے میرے اور میرے جاں نثاروں کے خونِ ناحق کا بدلہ چاہیں گے، تم میرے اہل و عیال، اعزہ واطفاں ،اصحاب و موالی میں سے سَتَّر سے زیادہ کو شہید کر چکے اور اب میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہو، خبردار ہو جاؤ کہ

Marfat.com

عیشِ دنیا میں پائیداری و قیام نہیں، اگر سلطنت کی طمع میں میرے درپئے آزار ہو تو مجھے موقع دو کہ میں عرب چھوڑ کر دنیا کے کسی اور حصہ میں چلا جاؤں۔ اگر یہ کچھ منظور نہ ہو اور اپنی حرکات سے باز نہ آؤ تو ہم اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مرضی پر صابر و شاکر ہیں۔ اَلْحُکْمُ لِلّٰہِ وَرَضِیْنَا بِقَضَاءِ اللّٰہِ۔

حضرت امام کی زبانِ گوہر فِشاں سے یہ کلمات سن کر کوفیوں میں سے بہت لوگ رو پڑے، دل سب کے جانتے تھے کہ وہ برسرِ ظلم و جفا ہیں اور حمایتِ باطل کے لیے انھوں نے دارین کی روسیاہی اختیار کی ہے اور یہ بھی سب کو یقین تھا کہ امام مظلوم حق پر ہیں۔ امام کے خلاف ایک ایک جنبش دشمنانِ حق کے لیے آخرت کی رسوائی و خواری کا مُوجِب ہے اس لیے بہت سے لوگوں پر اثر ہوا اور ظالمانِ بدباطن نے بھی ایک لمحہ کے لیے اس سے اثر لیا، ان کے بدنوں پر ایک پُھرَیری سی آ گئی اور ان کے دلوں پر ایک بجلی سی چمک گئی، لیکن شمر وغیرہ بدسیرت و پلید طبیعت رذیل کچھ متأثر نہ ہوئے بلکہ یہ دیکھ کر کہ لشکریوں پر حضرت امام کی تقریر کا کچھ اثر معلوم ہوتا ہے، کہنے لگے کہ آپ قصہ کوتاہ کیجئے اور ابن زیاد کے پاس چل کر یزید کی بیعت کر لیجئے تو کوئی آپ سے تعارض نہ کرے گا ورنہ بجز جنگ کے کوئی چارہ نہیں ہے۔

حضرت امام کو انجام معلوم تھا لیکن یہ تقریر اِقامَتِ حُجّت کے لیے فرمائی تھی کہ انھیں کوئی عذر باقی نہ رہے۔

سید انبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نورِ نظر، خاتونِ جنت فاطمہ زہرا کا لختِ جگر بے کسی بھوک پیاس کی حالت میں آل و اصحاب کی مُفارَقَت کا زخم دل پر لیے ہوئے گرم ریگستان میں بیس ہزار کے لشکر کے سامنے تشریف فرما ہے، تمام

Marfat.com

حجتیں قطع کر دی گئیں، اپنے فضائل اور اپنی بے گناہی سے اعداء کو اچھی طرح آگاہ کر دیا اور بار بار بتا دیا ہے کہ میں بقصدِ جنگ نہیں آیا اور اس وقت تک ارادۂ جنگ نہیں ہے اب بھی موقع دو تو واپس چلا جاؤں۔ مگر بیس ہزار کی تعداد امام کو بے کس و تنہا دیکھ کر جوشِ بہادری دکھانا چاہتی ہے۔

جب حضرت امام نے اطمینان فرمایا کہ سیاہ دلانِ بدباطن کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہا اور وہ کسی طرح خونِ ناحق و ظلمِ بے نہایت سے باز آنے والے نہیں تو امام نے فرمایا کہ تم جو ارادہ رکھتے ہو پورا کرو اور جس کو میرے مقابلہ کے لیے بھیجنا چاہتے ہو بھیجو۔ مشہور بہادر اور یگانہ نبرد آزما جن کو سخت وقت کے لیے محفوظ رکھا گیا تھا میدان میں بھیجے گئے۔ ایک بے حیا ابنِ زہرا کے مقابل تلوار چمکاتا آتا ہے، امامِ تشنہ کام کو آبِ تیغ دکھاتا ہے، پیشوائے دین کے سامنے اپنی بہادری کی ڈینگیں مارتا ہے، غرور و قوت میں سرشار ہے، کثرتِ لشکر اور تنہائی امام پر نازاں ہے، آتے ہی حضرت امام ؑ کی طرف تلوار کھینچتا ہے، ابھی ہاتھ اٹھا ہی تھا کہ امام نے ضرب فرمائی، سر کٹ کر دور جا پڑا اور غرورِ شجاعت خاک میں مل گیا۔ دوسرا بڑھا اور چاہا کہ امام کے مقابلہ میں ہنر مندی کا اظہار کر کے سیاہ دلوں کی جماعت میں سرخروئی حاصل کرے ایک نعرہ مارا اور پکار کر کہنے لگا کہ بہادرانِ کوہ شکن شام و عراق میں میری بہادری کا غلغلہ ہے اور مصر و روم میں، میں شہرۂ آفاق ہوں، دنیا بھر کے بہادر میرا لوہا مانتے ہیں، آج تم میرے زور و قوت کو اور داؤ پیچ کو دیکھو۔

ابن سعد کے لشکری اس متکبرِ سرکش کی تعلّیوں سے بہت خوش ہوئے اور سب دیکھنے لگے کہ کس طرح امام سے مقابلہ کرے گا۔ لشکریوں کو یقین تھا

Marfat.com

کہ حضرت امام پر بھوک پیاس کی تکلیف حد سے گزر چکی ہے، صدموں نے ضعیف کر دیا ہے ایسے وقت امام پر غالب آجانا کچھ مشکل نہیں ہے۔ جب سپاہِ شام کا گستاخ جفا جو، سرکشانہ گھوڑا کودا تا سامنے آیا، حضرت امام نے فرمایا: تو مجھے جانتا نہیں جو میرے مقابل اس دلیری سے آتا ہے، ہوش میں ہو، اس طرح ایک ایک مقابل آیا تو تیغِ خون آشام سے سب کا کام تمام کر دیا جائے گا، حسین کو بے کس و کمزور دیکھ کر حوصلہ مندیوں کا اظہار کر رہے ہو، نامردو! میری نظر میں تمھاری کوئی حقیقت نہیں۔

شامی جوان یہ سن کر اور طیش میں آیا اور بجائے جواب کے حضرت امام پر تلوار کا وار کیا، حضرت امام نے اس کا وار بچا کر کمر پر تلوار ماری، معلوم ہوتا تھا کھیرا تھا کاٹ ڈالا۔ اہل شام کو اب یہ اطمینان تھا کہ حضرت کے سوا اب اور تو کوئی باقی ہی نہ رہا، کہاں تک نہ تھکیں گے۔ پیاس کی حالت، دھوپ کی تپش مضمحل کر چکی ہے، بہادری کے جوہر دکھانے کا وقت ہے۔ جہاں تک ہوا یک ایک مقابل کیا جائے، کوئی تو کامیاب ہو گا اس طرح نئے نئے دم بدم شیر صولت، پیل پیکر تیغ زن حضرت امام کے مقابل آتے رہے مگر جو سامنے آیا ایک ہی ہاتھ میں اس کا قصہ تمام فرمایا۔ کسی کے سر پر تلوار ماری تو زین تک کاٹ ڈالی، کسی کے حمائلی ہاتھ مارا تو قلمی تراش دیا، خود و مِغفَر کاٹ ڈالے، جوشن و آئینے قطع کر دیئے، کسی کو نیزہ پر اٹھایا اور زمین پر پٹک دیا، کسی کے سینے میں نیزہ مارا اور پار نکال دیا۔

زمینِ کربلا میں بہادرانِ کوفہ کا کھیت بو دیا، ناموران صف شِکَن کے خونوں سے کربلا کے تشنہ ریگستان کو سیراب فرما دیا، نعشوں کے انبار لگ گئے،

Marfat.com

بڑے بڑے فخرِ روز گار بہادر کام آگئے، لشکر اعدا میں شور برپا ہو گیا کہ جنگ کا یہ انداز رہا تو حیدر کا شیر کوفہ کے زن واطفال کو بیوہ ویتیم بنا کر چھوڑے گا اور اس کی تیغ بے پناہ سے کوئی بہادر جان بچا کر نہ لے جا سکے گا، موقع مت دو اور چاروں طرف سے گھیر کر یکبار گی حملہ کرو۔ فرومائیگان روباہ سیرت حضرت امام کے مقابلہ سے عاجز آئے اور یہی صورت اختیار کی اور ماہِ چرخِ حقانیت پر جور وجفا کی تاریک گھٹا چھا گئی اور ہزاروں جوان دوڑ پڑے اور حضرت امام کو گھیر لیا اور تلوار برسانی شروع کی اور حضرت امام کی بہادری کی ستایش ہو رہی تھی اور آپ خونخواروں کے اَنبوہ میں اپنی تیغِ آبدار کے جوہر دکھا رہے تھے۔ جس طرف گھوڑا بڑھا دیا پرّے کے پرّے کاٹ ڈالے۔

دشمن ہیبت زدہ ہو گئے اور حیرت میں آگئے کہ امام کے حملہ جانستان سے رہائی کی کوئی صورت نہیں۔ ہزاروں آدمیوں میں گھرے ہوئے ہیں اور دشمنوں کا سر اس طرح اڑا رہے ہیں جس طرح بادِ خزاں کے جھونکے درختوں سے پتے گراتے ہیں۔ ابن سعد اور اس کے مشیروں کو بہت تشویش ہوئی کہ اکیلے امام کے مقابل ہزاروں کی جماعتیں ہیچ ہیں۔ کوفیوں کی عزت خاک میں مل گئی، تمام نامورانِ کوفہ کی جماعتیں ایک حجازی جوان کے ہاتھ سے جان نہ بچا سکیں۔ تاریخِ عالَم میں ہماری نامردی کا یہ واقعہ اہل کوفہ کو ہمیشہ رسوائے عالَم کرتا رہے گا، کوئی تدبیر کرنا چاہیے۔

تجویز یہ ہوئی کہ دست بدست جنگ میں ہماری ساری فوج بھی اس شیرِ حق سے مقابلہ نہیں کر سکتی، بجز اس کے کوئی صورت نہیں ہے کہ ہر چہار طرف سے امام پر تیروں کا مینہ برسایا جائے اور جب خوب زخمی ہو چکیں تو نیزوں کے

Marfat.com

حملوں سے تن نازنین کو مجروح کیا جائے۔

تیر اندازوں کی جماعتیں ہر طرف سے گھر آئیں اور امامِ تشنہ کام کو گردابِ بلا میں گھیر کر تیر برسانے شروع کر دیئے، گھوڑا اِس قدر زخمی ہو گیا کہ اس میں کام کرنے کی قوت نہ رہی ناچار حضرت امام کو ایک جگہ ٹھہرنا پڑا، ہر طرف سے تیر آرہے ہیں اور امام مظلوم کا تنِ ناز پرور نشانہ بنا ہوا ہے، نورانی جسم زخموں سے چکنا چور اور لہولہان ہو رہا ہے۔ بے شرم کوفیوں نے سنگدلی سے محترم مہمان کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ ایک تیر پیشانی اقدس پر لگا یہ پیشانی مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بوسہ گاہ تھی، یہ سیمائے نور حبیب خدا کے آرزومندانِ جمال کا قرارِ دل ہے۔ بے ادبانِ کوفہ نے اس پیشانیٔ مُصَفّا اور اس جبینِ پُرضِیا کو تیر سے گھائل کیا، حضرت کو چکر آ گیا اور گھوڑے سے نیچے آئے اب نامردانِ سیاہ باطن نے نیزوں پر رکھ لیا، نورانی پیکر خون میں نہا گیا اور آپ شہید ہو کر زمین پر گر پڑے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ظالمانِ بد کیش نے اسی پر اکتفا نہیں کیا اور حضرت امام کی مصیبتوں کا اسی پر خاتمہ نہیں ہو گیا۔ دشمنانِ ایمان نے سرِ مبارک کو تنِ اقدس سے جدا کرنا چاہا اور نضر ابن خرشہ اس ناپاک ارادہ سے آگے بڑھا مگر امام کی ہیبت سے اس کے ہاتھ کانپ گئے اور تلوار چھوٹ پڑی۔ خولی ابن یزید پلید نے یا شبل ابن یزید نے بڑھ کر آپ کے سرِ اقدس کو تنِ مبارک سے جدا کر دیا۔

صادق جانباز نے عہدِ وفا پورا کیا اور دین حق پر قائم رہ کر اپنا کنبہ، اپنی جان راہِ خدا میں اس اولوالعزمی سے نذر کی، سوکھا گلا کاٹا گیا اور کربلا کی زمین سید الشہداء کے خون سے گلزار بنی، سرو تن کو خاک میں ملا کر اپنے جد کریم کے

Marfat.com

دین کی حقانیت کی عملی شہادت دی اور ریگستانِ کوفہ کے ورق پر صدق وامانت پر جان قربان کرنے کے نقوش ثبت فرمائے۔ اَعْلَی اللّٰہُ تَعَالٰی مَکَانَہٗ وَاَسْکَنَہٗ بُحْبُوْحَۃَ جِنَانِہٖ وَاَمْطَرَ عَلَیْہِ شَآبِیْبَ رَحْمَتِہٖ وَرِضْوَانِہٖ۔

کربلا کے بیابان میں ظلم وجفا کی آندھی چلی، مصطفائی چمن کے غنچہ و گل باد سموم کی نظر ہوگئے، خاتون جنت کا لہلہاتا باغ دوپہر میں کاٹ ڈالا گیا۔ کونین کے متاع بے دینی و بے حمیتی کے سیلاب سے غارت ہوگئے۔ فرزندانِ آلِ رسول کے سر سے سردار کا سایہ اٹھا۔ بچے اس غریبُ الوطنی میں یتیم ہوئے، بیبیاں بیوہ ہوئیں، مظلوم بچے اور بے کس بیبیاں گرفتار کیے گئے۔

محرم ۶۱ھ کی دسویں تاریخ جمعہ کے روز ۵۶ سال ۵ ماہ ۵ دن کی عمر میں حضرت امام نے اس دار ناپائیدار سے رحلت فرمائی اور داعی اجل کو لبیک کہی۔ ابن زیاد بدنہاد نے سرِ مبارک کو کوفہ کے کوچہ وبازار میں پھروایا اور اس طرح اپنی بے حمیتی و بے حیائی کا اظہار کیا پھر حضرت سید الشہداء اور ان کے تمام جانباز شہدا کے سروں کو اسیرانِ اہلِ بیت کے ساتھ شمر ناپاک کی ہمراہی میں یزید کے پاس دمشق بھیجا، یزید نے سرِ مبارک اور اہلِ بیت کو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ طیبہ بھیجا اور وہاں حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک آپ کی والدہ ماجدہ حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوا۔

اس واقعۂ ہائلہ سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو رنج پہنچا اور قلب مبارک کو جو صدمہ ہوا اندازہ اور قیاس سے باہر ہے۔

امام احمد و بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی

Marfat.com

ایک روز میں دوپہر کے وقت حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا۔ میں نے دیکھا کہ سنبل معنبر و گیسوئے معطر بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں۔ دست مبارک میں ایک خون بھرا شیشہ ہے۔ یہ حال دیکھ کر دل بے چین ہو گیا، میں نے عرض کیا: اے آقا! قربانت شوم یہ کیا حال ہے؟ فرمایا حسین اور ان کے رفیقوں کا خون ہے۔ میں اسے آج صبح سے اٹھاتا رہا ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اس تاریخ ووقت کو یاد رکھا جب خبر آئی تو معلوم ہوا کہ حضرت امام اسی وقت شہید کیے گئے۔ حاکم نے بیہقی میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک حدیث روایت کی۔ انھوں نے بھی اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے سرِ مبارک و ریشِ اقدس پر گرد و غبار ہے، عرض کیا: جان ما کنیزان نثار تو باد۔ یارسول اللہ! یہ کیا حال ہے؟ فرمایا: ابھی امام حسین کے مقتل میں گیا تھا۔

بیہقی وابو نعیم نے بصرہ ازدیہ سے روایت کی کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کیے گئے تو آسمان سے خون برسا۔ صبح کو ہمارے مٹکے، گھڑے اور تمام برتن خون سے بھرے ہوئے تھے۔

بیہقی وابو نعیم نے زہری سے روایت کی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس روز شہید کیے گئے اس روز بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا تھا۔

بیہقی نے امِ حبان سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن اندھیرا ہو گیا اور تین روز کامل اندھیرا رہا اور جس

Marfat.com

شخص نے منہ پر زعفران (غازہ) ملا اس کا منہ جل گیا اور بیت المقدس کے پتھروں کے نیچے تازہ خون پایا گیا۔

بیہقی نے حضرت جمیل بن مرہ سے روایت کی کہ یزید کے لشکریوں نے لشکر امام میں ایک اونٹ پایا اور امام کی شہادت کے روز اس کو ذبح کیا اور پکایا تو اندراین کی طرح کڑوا ہو گیا اور اس کو کوئی نہ کھا سکا۔

ابو نعیم نے سفیان سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ مجھ کو میری دادی نے خبر دی کہ حضرت امام کی شہادت کے دن میں نے دیکھا وَرْس (کُسُم) راکھ ہو گیا اور گوشت آگ ہو گیا۔

بیہقی نے علی بن مسہر سے روایت کی کہ میں نے اپنی دادی سے سنا وہ کہتی تھیں کہ میں حضرت امام کی شہادت کے زمانہ میں جوان لڑکی تھی، کئی روز آسمان رویا، یعنی آسمان سے خون برسا۔

بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ سات روز تک آسمان خون رویا، اس کے اثر سے دیواریں اور عمارتیں رنگین ہو گئیں اور جو کپڑا اس سے رنگین ہوا اس کی سرخی پرزے پرزے ہونے تک نہ گئی۔

ابو نعیم نے حبیب بن ابی ثابت سے روایت کی کہ میں نے جنوں کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس طرح نوحہ خوانی کرتے سنا:

مَسَحَ النَّبِیُّ جَبِیْنَهٗ
فله بَرِیْقٌ فِی الْخُدُوْدد
اَبَوَاهُ مِنْ عُلْیَاء قُرَیْش
وَ جَدُّهٗ خَیْرُ الْجُدُوْد

Marfat.com

اس جبین کو نبی نے چوما تھا
ہے وہی نور اس کے چہرہ پر
اس کے ماں باپ برترینِ قریش
اس کے نانا جہان سے بہتر

ابو نعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کی کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے سوائے آج کبھی جنوں کو نوحہ کرتے اور روتے نہ سنا تھا مگر آج سنا تو میں نے جانا کہ میرا فرزند حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گیا۔ میں نے اپنی لونڈی کو باہر بھیج کر خبر منگائی تو معلوم ہوا کہ حضرت امام شہید ہو گئے جن اس نوحہ کے ساتھ زاری کرتے تھے:

اَلَا یَاعَیْنُ فَاحْتَفِلِیْ بِجُهْدٍ
وَمَنْ یَبْکِیْ عَلَی الشُّهَدَاءِ بَعْدِیْ
عَلٰی رَهْطٍ تَقُوْدُهُمُ الْمَنَایَا
اِلٰی مُتَجَبِّرٍ فِیْ مُلْكِ عَهْدِیْ

ہوسکے جتنا رولے تو اے چشم!
کون روئے گا پھر شہیدوں کو
پاس ظالم کے کھینچ کر لائی
موت ان بیکسوں غریبوں کو

ابن عساکر نے منہال بن عمرو سے روایت کی وہ کہتے ہیں: واللہ! میں نے بچشم خود دیکھا کہ جب سر مبارک امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگ نیزے پر لیے

Marfat.com

جاتے تھے اس وقت میں دمشق میں تھا، سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورۂ کہف پڑھ رہا تھا جب وہ اس آیت پر پہنچا: اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَهْفِ وَ الرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا. اصحاب کہف اور رقیم ہماری نشانیوں میں سے عجب تھے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے سر مبارک کو گویائی دی، بزبان فصیح فرمایا: اَعْجَبُ مِنْ اَصْحٰبِ الْکَهْفِ قَتْلِیْ وَحَمْلِیْ۔ اصحاب کہف کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لیے پھرنا عجیب تر ہے۔

در حقیقت بات یہی ہے کیونکہ اصحاب کہف پر کافروں نے ظلم کیا تھا اور حضرت امام کو انکے جد کی امت نے مہمان بنا کر بلایا، پھر بے وفائی سے پانی تک بند کر دیا، آل و اصحاب کو حضرت امام کے سامنے شہید کیا، پھر خود حضرت امام کو شہید کیا، اہل بیت کو اسیر کیا، سر مبارک شہر شہر پھرایا۔ اصحاب کہف سالہا سال کی طویل خواب کے بعد بولے، یہ ضرور عجیب ہے مگر سرِ مبارک کا تن سے جدا ہونے کے بعد کلام فرمانا اس سے عجیب تر ہے۔

ابو نعیم نے بطریق ابن لہیعہ، ابی قبیل سے روایت کی کہ حضرت امام کی شہادت کے بعد جب بدنصیب کوفی سرِ مبارک کو لے کر چلے اور پہلی منزل میں ایک پڑاؤ پر بیٹھ کر شربت خرما پینے لگے اس وقت ایک لوہے کا قلم نمودار ہوا اس نے خون سے یہ شعر لکھا۔

اَتَرْجُو اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَیْنًا
شَفَاعَةَ جَدِّهٖ یَوْمَ الْحِسَابِ

یہ بھی منقول ہے کہ ایک منزل میں جب اس قافلہ نے قیام کیا وہاں ایک دَیر تھا۔ دیر کے راہب نے ان لوگوں کو اسّی ہزار درہم دے کر سرِ مبارک کو ایک

Marfat.com

شب اپنے پاس رکھا۔ غسل دیا، عطر لگایا، ادب و تعظیم کے ساتھ تمام شب زیارت کرتا اور روتا رہا اور رحمتِ الٰہی کے جو انوار سرِ مبارک پر نازل ہو رہے تھے ان کا مشاہدہ کرتا رہا حتیٰ کہ یہی اس کے اسلام کا باعث ہوا۔ اشقیا نے جب دراہم تقسیم کرنے کے لیے تھیلیوں کو کھولا تو دیکھا سب میں ٹھیکریاں بھری ہوئیں ہیں اور ان کے ایک طرف لکھا ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غٰفِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ. خدا کو ظالموں کے کردار سے غافل نہ جانو۔

اور دوسری طرف یہ آیت مکتوب ہے: وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ. اور ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ کس کروٹ بیٹھتے ہیں۔

غرض زمین و آسمان میں ایک ماتم برپا تھا۔ تمام دنیا رنج و غم میں گرفتار تھی، شہادتِ امام کے دن آفتاب کو گرہن لگا۔ ایسی تاریکی ہوئی کہ دوپہر میں تارے نظر آنے لگے۔ آسمان رویا، زمین روئی، ہوا میں جنات نے نوحہ خوانی کی، راہب تک اس حادثہ قیامت نما سے کانپ گئے اور رو پڑے۔

فرزندِ رسول، جگر گوشۂ بتول، سردارِ قریش امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سرِ مبارک ابن زیاد متکبر کے سامنے تشت میں رکھا اور وہ فرعون کی طرح مسند تکبر پر بیٹھے۔ اہل بیت اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھیں۔ ان کے دلوں کا کیا حال ہوا ہو گا۔ پھر سر مبارک اور تمام شہداء کے سروں کو شہر شہر نیزوں پر پھرایا جائے اور وہ یزید پلید کے سامنے لا کر اسی طرح رکھے جائیں اور وہ خوش ہو، اس کو کون برداشت کر سکتا ہے۔

یزید کی رعایا بھی بگڑ گئی اور ان سے یہ نہ دیکھا گیا۔ اس پر اس

Marfat.com

نابکار نے اظہارِ ندامت کیا مگر یہ ندامت اپنی جماعت کو قبضہ میں رکھنے کے لیے تھی، دل تو اس ناپاک کا اہلِ بیت کرام کے عناد سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت امام پر ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور آپ نے اور آپ کے اہل بیت نے صبر ورضا کا وہ امتحان دیا جو دنیا کو حیرت میں ڈالتا ہے۔

راہِ حق میں وہ مصیبتیں اٹھائیں جن کے تصور سے دل کانپ جاتا ہے۔ یہ کمال شہادت وجانبازی ہے اور اس میں امتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حق و صداقت پر استقامت واستقلال کی بہترین تعلیم ہے۔

فصل (۸)

واقعات بعدِ شہادت

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وجود مبارک یزید کی بے قیدیوں کے لیے ایک زبردست محتسب تھا، وہ جانتا تھا کہ آپ کے زمانۂ مبارک میں اس کو بے مُہاری کا موقع میسر نہ آوے گا اور اس کی کسی کج رَوی اور گمراہی پر حضرت امام صبر نہ فرمائیں گے، اس کو نظر آتا تھا کہ امام جیسے دیندار کا تازیانۂ تعزیر ہر وقت اس کے سر پر گھوم رہا ہے اسی وجہ سے وہ اور بھی زیادہ حضرت امام کی جان کا دشمن تھا اور اسی لیے حضرت امام کی شہادت اس کے لیے باعث مسرت ہوئی۔ حضرت امام کا سایہ اٹھنا تھا، یزید کھل کھیلا اور انواع واقسام کے معاصی کی گرم بازاری ہو گئی۔ زنا، لواطت، حرام کاری، بھائی بہن کا بیاہ، سود، شراب، دھڑلے سے رائج ہوئے، نمازوں کی پابندی اٹھ گئی، تمرُّد وسرکشی

Marfat.com

انتہا کو پہنچی، شَیْطَنَت نے یہاں تک زور کیا کہ مسلم ابن عقبہ کو بارہ ہزار یا بیس ہزار کا لشکر گراں لے کر مدینہ طیبہ کی چڑھائی کے لیے بھیجا۔

یہ ۶۳ھ کا واقعہ ہے۔ اس نامراد لشکر نے مدینۂ طیبہ میں وہ طوفان برپا کیا کہ العظمۃ للہ، قتل، غارت اور طرح طرح کے مظالم ہمسائیگانِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ وبارک وسلم پر کیے۔ وہاں کے ساکنین کے گھر لوٹ لیے، سات سو صحابہ کو شہید کیا اور دوسرے عام باشندے ملا کر دس ہزار سے زیادہ کو شہید کیا۔ لڑکوں کو قید کر لیا، ایسی ایسی بد تمیزیاں کیں جن کا ذکر کرنا ناگوار ہے۔ مسجد نبوی شریف کے ستونوں میں گھوڑے باندھے، تین دن تک مسجد شریف میں لوگ نماز سے مشرف نہ ہو سکے۔ صرف حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجنوں بن کر وہاں حاضر رہے۔

حضرت عبداللہ ابن حنظلہ ابنِ غَسِیْل نے فرمایا کہ یزیدیوں کے ناشائستہ حرکات اس حد پر پہنچے ہیں کہ ہمیں اندیشہ ہونے لگا کہ ان کی بد کاریوں کی وجہ سے کہیں آسمان سے پتھر نہ برسیں۔ پھر یہ لشکرِ شرارت اثر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا، راستہ میں امیرِ لشکر مر گیا اور دوسرا شخص اس کا قائم مقام کیا گیا۔ مکہ معظّمہ پہنچ کر ان بے دینوں نے مِنْجَنِیْق سے سنگ باری کی (منجنیق پتھر پھینکنے کا آلہ ہوتا ہے جس سے پتھر پھینک کر مارا جاتا ہے اس کی زد بڑی زبردست اور دور کی مار ہوتی ہے) اس سنگ باری سے حرم شریف کا صحن مبارک پتھروں سے بھر گیا اور مسجدِ حرام کے ستون ٹوٹ پڑے اور کعبہ مقدسہ کے غلاف شریف اور چھت کو ان بے دینوں نے جلا دیا۔ اسی چھت میں اُس دنبہ کے سینگ بھی تبرک کے طور پر محفوظ تھے جو سیدنا حضرت اسمٰعیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے فدیہ میں

Marfat.com

قربانی کیا گیا تھا وہ بھی جل گئے کعبہ مقدسہ کئی روز تک بے لباس رہا اور وہاں کے باشندے سخت مصیبت میں مبتلا رہے۔

آخر کار یزید پلید کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک فرمایا اور وہ بد نصیب تین برس سات مہینے تختِ حکومت پر شَیْطَنَت کر کے ۱۵ ربیع الاول ۶۴ھ کو جس روز اس پلید کے حکم سے کعبۂ معظّمہ کی بے حرمتی ہوئی تھی، شہر حمص ملک شام میں انتالیس برس کی عمر میں ہلاک ہوا۔ ہنوز قتال جاری تھا کہ یزید ناپاک کی ہلاکت کی خبر پہنچی، حضرت ابن زبیر نے ندا فرمائی کہ اہل شام! تمھارا طاغوت ہلاک ہو گیا۔ یہ سن کر وہ لوگ ذلیل و خوار ہوئے اور لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور وہ گروہِ ناحق پژوہ خائب و خاسر ہوا۔ اہل مکہ کو ان کے شر سے نجات ملی۔ اہل حجاز، یمن و عراق و خراسان نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کی اور اہل مصر و شام نے معاویہ بن یزید کے ہاتھ پر ربیع الاول ۶۴ھ میں۔

یہ معاویہ اگرچہ یزید پلید کی اولاد سے تھا مگر آدمی نیک اور صالح تھا، باپ کے ناپاک افعال کو برا جانتا تھا، عِنان حکومت ہاتھ میں لیتے وقت سے تادم مرگ بیمار ہی رہا اور کسی کام کی طرف نظر نہ ڈالی اور چالیس دن یا دو تین ماہ کی حکومت کے بعد اکیس سال کی عمر میں مر گیا۔ آخر وقت میں اس سے کہا گیا کہ کسی کو خلیفہ کرے اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ میں نے خلافت میں کوئی حلاوت نہیں پائی تو میں اس تلخی میں کسی دوسرے کو کیوں مبتلا کروں۔

معاویہ بن یزید کے انتقال کے بعد اہل مصر و شام نے بھی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی پھر مروان بن حکم نے خروج کیا اور اس کو شام و مصر پر قبضہ حاصل ہوا۔ ۶۵ھ میں اس کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا

Marfat.com

عبدالملک اس کا قائم مقام ہوا۔ عبدالملک کے عہد میں مختار بن عبید ثقفی نے عمر بن سعد کو بلایا، ابن سعد کا بیٹا حفص حاضر ہوا۔ مختار نے دریافت کیا: تیرا باپ کہاں ہے؟ کہنے لگا کہ وہ خلوت نشین ہو گیا ہے، گھر سے باہر نہیں نکلتا۔ اس پر مختار نے کہا کہ اب وہ رے کی حکومت کہاں ہے جس کی چاہت میں فرزندِ رسول سے بے وفائی کی تھی، اب کیوں اس سے دست بردار ہو کر گھر میں بیٹھا ہے۔ حضرت امام کے شہادت کے روز کیوں خانہ نشین نہ ہوا۔ اس کے بعد مختار نے ابن سعد اور اس کے بیٹے اور شمر ناپاک کی گردن مارنے کا حکم دیا اور ان سب کے سر کٹوا کر حضرت محمد بن حنفیہ برادر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیئے اور شمر کی لاش کو گھوڑوں کے سُموں سے روند وادیا جس سے اس کے سینہ اور پسلی کی ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں۔ شمر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہکے قاتلوں میں سے ہے اور ابن سعد اس لشکر کا قافلہ سالار و کماندار تھا جس نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہپر مظالم کے طوفان توڑے آج ان ظالمانِ ستم شعار و مغرورانِ نابکار کے سر تن سے جدا کر کے دشت بدشت پھرائے جا رہے ہیں اور دنیا میں کوئی ان کی بیکسی پر افسوس کرنے والا نہیں۔ ہر شخص ملامت کرتا ہے اور نظر حقارت سے دیکھتا ہے اور ان کی اس ذلت و رسوائی کی موت پر خوش ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے مختار کے اس کارنامہ پر اظہار فرح کیا اور اس کو دشمنانِ امام سے بدلہ لینے پر مبارکباد دی۔

اے ابن سعد! رے کی حکومت تو کیا ملی
ظلم و جفا کی جلد ہی تجھ کو سزا ملی
اے شمر نابکار! شہیدوں کے خون کی
کیسی سزا تجھے ابھی اے ناسزا ملی

Marfat.com

اے تشنگانِ خونِ جوانانِ اہلِ بیت
دیکھا کہ تم کو ظلم کی کیسی سزا ملی
کتوں کی طرح لاشے تمھارے سڑا کیے
گھورے پہ بھی نہ گور کو تمھاری جا ملی
رسوائے خلق ہوگئے برباد ہوگئے
مردودو! تم کو ذلتِ ہر دوسرا ملی
تم نے اُجاڑا حضرتِ زہرا کا بوستاں
تم خود اُجڑ گئے تمھیں یہ بد دعا ملی
دنیا پرستو! دین سے منہ موڑ کر تمھیں
دنیا ملی نہ عیش و طرب کی ہوا ملی
آخر دکھایا رنگ شہیدوں کے خون نے
سر کٹ گئے اماں نہ تمھیں اک ذرا ملی
پائی ہے کیا نعیم انھوں نے ابھی سزا
دیکھیں گے وہ جحیم میں جس دم سزا ملی

اس کے بعد مختار نے ایک حکمِ عام دیا کہ کربلا میں جو جو شخص عمر بن سعد کا شریک تھا وہ جہاں پایا جائے مار ڈالا جائے۔ یہ حکم سن کر کوفہ کے جفا شعار سورما بصرہ بھاگنا شروع ہوئے، مختار کے لشکر نے ان کا تعاقب کیا جس کو جہاں پایا ختم کر دیا، لاشیں جلا ڈالیں، گھر لوٹ لیے۔ خولی بن یزید وہ خبیث ہے جس نے حضرت امام عالی مقام کا سرِ مبارک تنِ اقدس سے جدا کیا تھا، یہ روسیاہ بھی گرفتار کر کے مختار کے پاس لایا گیا۔ مختار نے پہلے اس کے چاروں ہاتھ پیر کٹوائے

Marfat.com

پھر سولی چڑھایا۔ آخر آگ میں جھونک دیا۔ اس طرح لشکرِ ابن سعد کے تمام اشرار کو طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کیا۔ چھ ہزار کوفی جو حضرت امام کے قتل میں شریک تھے ان کو مختار نے طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کر دیا۔

ابن زیاد کی ہلاکت

عبیداللہ ابن زیاد، یزید کی طرف سے کوفہ کا والی (گورنر) کیا گیا تھا۔ اسی بدنہاد کے حکم سے حضرت امام اور آپ کے اہل بیت علیہم الرضوان کو یہ تمام ایذائیں پہنچائی گئیں، یہی ابن زیاد موصل میں تیس ہزار فوج کے ساتھ اترا۔ مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کو اس کے مقابلہ کے لیے ایک فوج کو لے کر بھیجا موصل سے پندرہ کوس کے فاصلہ پر دریائے فرات کے کنارے دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا اور صبح سے شام تک خوب جنگ رہی۔ جب دن ختم ہونے والا تھا اور آفتاب قریب غروب تھا اس وقت ابراہیم کی فوج غالب آئی، ابن زیاد کو شکست ہوئی، اس کے ہمراہی بھاگے۔ ابراہیم نے حکم دیا کہ فوجِ مخالف میں سے جو ہاتھ آئے اس کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔ چناں چہ بہت سے ہلاک کیے گئے۔ اسی ہنگامہ میں ابن زیاد بھی فرات کے کنارے محرم کی دسویں تاریخ ۶۷ھ میں مارا گیا اور اس کا سر کاٹ کر ابراہیم کے پاس بھیجا گیا، ابراہیم نے مختار کے پاس کوفہ میں بھجوایا، مختار نے دار الامارت کوفہ کو آراستہ کیا اور اہل کوفہ کو جمع کر کے ابن زیاد کا سر ناپاک اسی جگہ رکھوایا جس جگہ اس مغرورِ حکومت و بندۂ دنیا نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سرِ مبارک رکھا تھا۔ مختار نے اہل کوفہ

Marfat.com

کو خطاب کرکے کہا کہ اے اہل کوفہ! دیکھ لو کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خونِ ناحق نے ابن زیاد کو نہ چھوڑا، آج اس نامراد کا سر اس ذلت و رسوائی کے ساتھ یہاں رکھا ہوا ہے، چھ سال ہوئے ہیں وہی تاریخ ہے، وہی جگہ ہے، خداوندِ عالَم نے اس مغرور، فرعون خصال کو ایسی ذلت و رسوائی کے ساتھ ہلاک کیا، اسی کوفہ اور اسی دارالامارت میں اس بے دین کے قتل وہلاک پر جشن منایا جارہا ہے۔

ترمذی شریف کی صحیح روایت میں ہے کہ جس وقت ابن زیاد اور اس کے سرداروں کے سر مختار کے سامنے لا کر رکھے گئے تو ایک بڑا سانپ نمودار ہوا، اس کی ہیبت سے لوگ ڈر گئے۔ وہ تمام سروں پر پھرا جب عبیداللہ ابن زیاد کے سر کے پاس پہنچا اس کے نتھنے میں گھس گیا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر اس کے منہ سے نکلا۔ اس طرح تین بار سانپ اس کے سر کے اندر داخل ہوا اور غائب ہو گیا۔

ابن زیاد، ابن سعد، شمر، قیس ابن اشعث کندی، خولی ابن یزید، سنان بن انس نخعی، عبداللہ بن قیس، یزید بن مالک اور باقی تمام اشقیا جو حضرت امام کے قتل میں شریک تھے اور ساعی تھے طرح طرح کی عقوبتوں سے قتل کیے گئے اور ان کی لاشیں گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کرائی گئیں۔

حدیث شریف میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے یہ وعدہ ہے کہ خونِ حضرتِ امام کے بدلے ستر ہزار شقی مارے جائیں گے۔ وہ پورا ہوا، دنیا پرستارانِ سیاہ باطن اور مغرورانِ تاریک دروں کیا امیدیں باندھ رہے تھے اور حضرت امام علیٰ جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت سے ان دشمنان حق کو کیسی کچھ توقعات تھیں۔ لشکریوں کو گراں قدر انعاموں کے وعدے دیئے گئے تھے۔

Marfat.com

سرداروں کو عہدے اور حکومت کا لالچ دیا گیا تھا۔ یزید اور ابن زیاد وغیرہ کے دماغوں میں جہا نگیر سلطنت کے نقشے کھنچے ہوئے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ فقط امام ہی کا وجود ہمارے لیے عیشِ دنیا سے مانع ہے، یہ نہ ہوں تو تمام کرۂ زمین پر یزیدیوں کی سلطنت ہو جائے۔ اور ہزاروں برس کے لیے ان کی حکومت کا جھنڈا گڑ جائے مگر ظلم کے انجام اور قہر الٰہی کی تباہ کن بجلیوں اور درد رسید گانِ اہل بیت کی جہاں برہم کُن آہوں کی تاثیرات سے بے خبر تھے۔ انھیں نہیں معلوم تھا کہ خونِ شہداء رنگ لائے گا اور سلطنت کے پرزے اڑ جائیں گے۔ ایک ایک شخص جو قتلِ حضرتِ امام میں شریک ہوا ہے طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہو گا، وہی فرات کا کنارہ ہو گا، وہی عاشورہ کا دن، وہی ظالموں کی قوم ہو گی اور مختار کے گھوڑے انھیں روندتے ہوں گے۔ ان کی جماعتوں کی کثرت ان کے کام نہ آئے گی۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے، گھر لوٹے جائیں گے، سولیاں دی جائیں گی، لاشیں سڑیں گی، دنیا میں ہر شخص تُف تُف کرے گا، اس ہلاکت پر خوشی منائی جائے گی۔ معرکہ جنگ میں اگرچہ ان کی تعداد ہزاروں کی ہو گی مگر وہ دل چھوڑ کر ہیجڑوں کی طرح بھاگیں گے اور چوہوں اور کُتّوں کی طرح انھیں جان بچانی مشکل ہو گی۔ جہاں پائے جائیں گے مار دیئے جائیں گے۔ دنیا میں قیامت تک ان پر نفرت و ملامت کی جائے گی۔

حضرت امام کی شہادت حمایتِ حق کے لیے ہے اس راہ کی تمام تکلیفیں عزت ہیں۔ اور پھر وہ بھی اس شان کے ساتھ کہ اس خاندان عالی کا بچہ بچہ شیر بن کر میدان میں آیا، مقابل سے اس کی نظر نہ جھپکی، دمِ آخر تک مبارز طلب کرتا رہا اور جب نامردوں کے ہجوم نے اس کو چاروں طرف سے گھیر لیا تب بھی

Marfat.com

اُس کے پائے ثبات واِسْتِقْلال کو لغزش نہ ہوئی، اُس نے میدان سے باگ نہ موڑی نہ حق وصداقت کا دامن ہاتھ سے چھوڑا نہ اپنے دعوے سے دست برداری کی، مردانہ جانبازی کا نام دنیا میں زندہ کردیا، حق وصداقت کا ناقابلِ فراموشی درس دیا اور ثابت کردیا کہ فیوضِ نبوت کے پرتَو سے حقانیت کی تجلیاں اُن پاک باطنوں کے رگ وپے میں ایسی جاگزیں ہو گئی ہیں کہ تیر و تلوار اور تیر و سناں کے ہزارہا گہرے گہرے زخم بھی اُن کو گزند نہیں پہنچا سکتے۔ آخرت کی زندگی کا دلکش منظر اُن کی چشمِ حق بیں کے سامنے اِس طرح رو کش ہے کہ آسایشِ حیاتِ دنیوی کو وہ بے التفاتی کی ٹھوکروں سے ٹھکرا دیتے ہیں۔

حجاج ابن یوسف کے وقت میں جب دوبارہ حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسیر کیے گئے اور لوہے کی بھاری قید وبند کا بارِ گراں ان کے تنِ نازنین پر ڈالا گیا اور پہرہ دار متعین کردیئے گئے، زہری علیہ الرحمہ اس حالت کو دیکھ کر رو پڑے اور کہا کہ مجھے تمنا تھی کہ میں آپ کی جگہ ہوتا کہ آپ پر یہ بارِ مصائب دل پر گوارا نہیں ہے۔ اس پر امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا تجھے یہ گمان ہے کہ اس قید وبند ش سے مجھے کرب و بے چینی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر میں چاہوں تو اس میں سے کچھ بھی نہ رہے مگر اس میں اجر ہے اور تذکُّر ہے اور عذابِ الٰہی عزوجل کی یاد ہے۔ یہ فرما کر بیڑیوں میں سے پاؤں اور ہتھکڑیوں میں سے ہاتھ نکال دیئے۔

یہ اختیارات ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کرامۃً انھیں عطا فرمائے گئے اور وہ صبر ورضا ہے کہ اپنے وجود اور آسایشِ وجود، گھر بار، مال و متاع سب سے رضائے الٰہی عزوجل کے لیے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں اور اس میں کسی چیز

Marfat.com

کی پرواہ نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہری و باطنی برکات سے مسلمانوں کو متمتع اور فیض یاب فرمائے اور ان کی اخلاص مندانہ قربانیوں کی برکت سے اسلام کو ہمیشہ مظفر و منصور رکھے۔ آمین۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ (ماخوذ از سوانح کربلا)

فصل (۹)

تجہیز و تکفین اور تدفین

سادات کرام کا لٹا ہوا قافلہ دمشق سے روانہ ہو کر جب 20 صفر المظفر کو میدان کربلا میں پہنچا تو دیکھا کہ لاشہائے شہداء کرام ابھی ویسی ہی بے گور و کفن پڑی ہیں زخموں سے اسی طرح تازہ خون جاری ہے۔ اگرچہ گرمی کی شدت تھی لیکن ذرا بھی فرق نہ آیا تھا۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے یہاں آ کر قیام فرمایا اور شہداء کرام کے سروں کو ان کے اجسام مقدسہ کے ساتھ دفن کیا۔

روایات میں اختلاف ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر اقدس و جسم مبارک کو کہاں دفن کیا گیا۔ اس کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ جسم مبارک کو کربلا میں اور سر مبارک کو جنۃ البقیع میں (حضرت امام حسن و حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبر کے پاس) دفن کیا گیا۔ اور یہی قول ابن بکار و ہمدانی وغیرھم کا ہے۔ (کربلا کے بعد)۔

علامہ طبری اور دیگر مؤرخین کے مطابق:

Marfat.com

"حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں بہتر (۷۲) افراد شہید ہوئے۔ان کے شہید ہونے کے ایک دن بعد مقام غاضریہ میں جو بنی اسد کے لوگ رہتے تھے انھوں نے مل کر ان لوگوں کو دفن کیا۔"

ممکن ہے بعد میں امام زین العابدین نے اجسام کو منتقل کیا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب والحقیقۃ۔

خاتمہ

الحمد للہ ثم الحمد للہ والشکر للہ کہ کتاب "مناقب سید الشھداء" تکمیل آشنا ہوئی۔ خالقِ حسن و جمال، میری اس سعی کو قبول فرمائے۔ نیز میرے معاصی کا کفارہ بنائے۔ ناظرین و قارئین سے التماس ہے کہ وہ مطالعہ فرماتے وقت، میرے والد گرامی حضور ریاض الملت مفسر قرآن قبلہ پیر مفتی ابو النصر محمد ریاض الدین قادری چشتی نقشبندی سہروردی قدس سرہ کے درجات کی بلندی کے لیے دعا فرمائیں۔ اور میری معظّمہ مکرمہ والدہ صاحبہ ادام اللہ ظلھا علیٰ رؤسنا کے لیے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انھیں صحت تندرستی کے ساتھ تا دیر سلامت رکھے۔ تا کہ خاکسار ان کے خوانِ شفقت سے ریزہ خواری کر کے، علم و فن کی خدمت کرتا رہے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

راقم الحروف

خاکسار ابو الحسن واحدؔ رضوی کان اللہ لہ

آستانہ عالیہ فیض آباد شریف، محمد نگر، اٹک، پنجاب، پاکستان

Marfat.com

Marfat.com

کتاب دوم

مثنوی شہ گلگوں قبا

تصنیف

صاحبزادہ پیر ابوالحسن واحدؔ رضوی

Marfat.com

Marfat.com

مثنوی ''شہِ گلگوں قبا'': تعارف و تاثرات

از قلم: ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی (مالیگاؤں، انڈیا)

صاحب زادہ ابوالحسن واحدؔ رضوی مدظلہٗ غیر معمولی خوبیوں کی حامل ہمہ رنگ شخصیت کا نام ہے۔ شریعت و طریقت، سلوک و معرفت، علم و فضل، دانائی و بینائی، تقویٰ و طہارت، تصنیف و تالیف اور شعر و ادب کا گراں قدر اثاثہ آپ کو والدِ گرامی حضور مفسرِ قرآن شیخ الحدیث پیر مفتی ابو لنصر محمد ریاض الدین قادری قدس سرہٗ (جامع سلاسلِ اربعہ) کی حسین و جمیل آغوشِ تربیت میں حاصل ہوا۔ آپ کو بیک وقت عربی، فارسی، اردو، پنجابی اور دیگر کئی زبانوں پر عالمانہ و فاضلانہ دسترس حاصل ہے۔ آپ کی زنبیلِ حیات میں عربی، فارسی، اردو اور دیگر زبانوں میں ۳۰۰ر سے زائد کتب و رسائل جگمگ جگمگ کر رہی ہیں۔ آپ شاعر، ادیب، مصنف، مترجم، عالم، فاضل اور ماہرِ تعلیم کی حیثیت سے ایک وسیع حلقے میں اپنا تعارف آپ ہیں۔ سہ ماہی ریاض العلم، ماہانہ سلسبیل، سہ ماہی نعتیہ ادب، مجلہ عرفانِ رضا اور سالنامہ شناسائی جیسے مؤقر رسائل و جرائد کی ادارت سے آپ کی ہمہ جہت صحافتی خوبی کا پتا چلتا ہے۔ خانقاہِ عالیہ فیض آباد شریف، محمد نگر، اٹک، پنجاب (پاکستان) سے وابستہ صاحب زادہ ابوالحسن واحدؔ رضوی فیضِ رضا سے سرشار اور فکرِ رضا کے مبلغ و داعی ہیں۔ مذہب اور ادب دونوں ہی

Marfat.com

میدانوں میں نثر و نظم کے حوالے سے آپ کا اشہبِ قلم سرپٹ دوڑتا ہوا اپنی کامیابی و کامرانی کے پرچم بلند کیے ہوئے ہے۔

اس وقت میرے مطالعہ کی میز پر آپ کی تازہ ترین شعری کاوش مثنوی ''شہِ گلگوں قبا'' جلوہ گر ہے۔ ترکیب ''شہ گلگوں قبا'' سے بھی آپ کی کلامِ رضا سے محبت وانسیت کا والہانہ اظہار ہوتا ہے۔ صاحب زادہ ابوالحسن واحدؔ رضوی مدظلہٗ کی اس خوب صورت پیش کش پر کچھ اظہارِ خیال سے قبل مثنوی کے بارے میں چند باتیں سپردِ قرطاس ہیں۔

مثنوی اس نظم کو کہتے ہیں جس میں شعر کے دونوں مصرعے میں قافیہ آئے اور ہر شعر کے دونوں مصرعوں کے قافیے الگ الگ ہوں۔ محققین اسے ایرانیوں کی ایجاد بتاتے ہیں۔ عربی میں یہ صنف نہیں پائی جاتی البتہ رجز اس سے ملتی جلتی صنف ہے۔ شبلیؔ کہتے ہیں کہ رجز کو دیکھ کر ایرانیوں نے مثنوی ایجاد کی جو ایک ہیئتی صنف ہے جس میں کسی بھی موضوع کا اظہار کیا جاسکتا ہے اگرچہ مخصوص معنوں میں اسے عشقیہ منظوم داستان تصور کیا جاتا ہے۔ اس میں ابیات کی تعداد متعین نہیں۔ یہ چند ابیات سے لے کر سیکڑوں ابیات پر مشتمل ہو سکتی ہے اس شرط کے ساتھ کہ اس کی ہر بیت معنوں میں نا مکمل ہو یعنی تمام ابیات مل کر خیال و موضوع کی اکائی تشکیل دیں۔ ''بوستانِ سعدی'' کی حکایات مختصر مثنویاں ہیں جب کہ مولانا رومؔ کی ''مثنوی'' طویل ترین مثنوی خیال کی جاتی ہے۔ اردو میں بھی عشقیہ مثنویوں کے ساتھ فلسفیانہ، واعظانہ اور اخلاقی مثنویاں بہ کثرت موجود ہیں۔

عام طور سے رزمیہ مثنوی کے لیے بحرِ متقارب اور بزمیہ کے لیے بحرِ ہزج یا بحرِ سریع مستعمل ہے۔ مثنوی کے عناصر یہ ہیں۔

Marfat.com

(1) حمد و نعت (2) مدح فرماں روائے وقت (3) تعریفِ شعر و سخن (4) قصد یا اصل موضوع (5) خاتمہ۔ بہت سے مثنوی نگاروں نے ان روایتی پابندیوں سے انحراف کیا ہے۔ حمد و نعت جس کا التزام عام طور سے شعرا کرتے ہیں، میرؔ اور سوداؔ کی ہجویہ مثنویاں ان سے بھی خالی ہیں۔ جہاں تک مثنوی کے مضامین اور موضوعات کا تعلق ہے تو اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ مذہبی واقعات، رموزِ تصوف، درسِ اخلاق، داستانِ حُسن و محبت، میدانِ کارزار کی معرکہ خیزی، بزمِ طرب کی دل آویزی، رسوماتِ شادی، مافوق الفطرت کے حیرت زا کارنامے سبھی کچھ مثنویوں کا موضوع ہیں۔ اس طرح مثنوی کے مضامین میں بڑی وسعت اور ہمہ گیری ہے۔

اردو میں کلاسیکی اور روایتی شاعری اس صنف سے مالا مال ہے۔ میرانؔ جی، نظامیؔ، اشرف بیابانیؔ، جانمؔ، عبدلؔ، ملا وجہیؔ، غواصیؔ، مقیمیؔ، نصرتیؔ، ابن نشاطیؔ، سراجؔ، شفیقؔ، جعفرؔ زٹلی، فائزؔ، آبروؔ، حاتمؔ، اثرؔ، میرؔ، سوداؔ، انشاءؔ، مومنؔ اور شوقؔ وغیرہ کی مثنویاں مشہور ہیں۔ مثنوی نگار شعرا میں میر حسنؔ کے حصے میں جو مقبولیت اور شہرت آئی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اردو مثنوی کی تاریخ میر حسنؔ کے ذکر کے بغیر نامکمل ہے۔ علاوہ ازیں غالبؔ نے فارسی میں کئی مثنویاں لکھی ہیں اور اردو میں ایک مختصر مثنوی ''در صفتِ انبہ''۔ حالیؔ، اقبالؔ اور جوشؔ کا کلام بھی اس سے خالی نہیں۔ مذہبی دنیا کی معروف شخصیت امام احمد رضا بریلوی کے یہاں بھی ایک فارسی مثنوی ''ردِ امثالیہ'' دیکھی جا سکتی ہے۔ برادرِ رضا مولانا حسن رضا حسنؔ بریلوی کی ایک فارسی مثنوی ''صمصامِ حسن بر دابر فتن'' بھی خاصے کی چیز ہے۔ ترقی پسند شعرا میں سردار جعفری نے ''نئی دنیا کو سلام'' اور جدید شعرا میں قاضی سلیمؔ نے ''باغبان و گل فروش'' لکھ کر روایتی ہیئت میں اس

Marfat.com

صنف پر طبع آزمائی کی ہے۔

مثنوی نگاری کی اسی روش کو آگے بڑھاتے ہوئے صاحب زادہ ابوالحسن واحدؔ رضوی نے اسلامی تاریخ کے ناقابلِ فراموش باب واقعۂ کربلا کو اپنی فکر و نظر کا موضوع بناتے ہوئے ۲۲۴/ اشعار پر مشتمل مثنوی ''شہ گلگوں قبا'' مذہبی و ادبی دنیا کو تحفے کے طور پر پیش کیا ہے۔ عقیدے و عقیدت سے مملو، شعری و فنی محاسن سے آراستہ، موضوع اور من گھڑت واقعات و روایات سے یکسر پاک یہ مثنوی اپنے موضوع کا مکمل حق ادا کرتے ہوئے دکھائی دیتی ہے۔ اشعار کی زیریں رَو میں پنہاں کربیہ آہنگ قاری و سامع کو بھی درد و غم سے ہمکنار کرتا ہے۔

مثنوی کی روایت کے مطابق ''شہ گلگوں قبا'' کا دریچۂ سخن بھی 'حمدِ خالقِ حسن و جمال جل جلالہٗ و عم نوالہٗ'' جیسے دل کش عنوان سے ہوتا ہے۔ 'لبوں پر حمد اُس کی جلوہ گر ہے' جیسے بولتے مصرعے سے حمد کا آغاز ہوتا ہے۔ واحدؔ صاحب نے خالقِ حُسن و جمال جل جلالہٗ کی قدرتِ کاملہ، اختیارات و تصرفات اور مختلف تخلیقات کا بڑے اچھوتے اور البیلے انداز میں بیان کیا ہے۔ ۲۰/ اشعار پر مشتمل ''شہ گلگوں قبا'' کا حمدیہ گوشہ حمد کے واجبات کی تکمیل کرتا ہوا شعریت کی سندرتا سے مزین ہے۔ شعروں میں اردو اور فارسی لفظیات کے ساتھ ساتھ ہندی بھاشا کا گہرا رچاؤ لطف و سرور کو دوبالا کر دیتا ہے۔

عجب انسان کی صورت بنائی — عجب ماٹی کی یہ مورت بنائی
کوئی سندر، نرالی اس کی شوبھا — سجا، سنورا، دُھلا، اُجلا، سجیلا
کوئی پاپی ہمیشہ من میں مایا — کرے کوئی سدا، سیرا، تپسیا
وہی پھولوں میں جو خوشبو بسائے — وہی جو ساتھ کانٹے بھی اگائے
وہی جو خالقِ حُسن و ادا ہے — وہی تو قابلِ حمد و ثنا ہے

Marfat.com

حمد کے بعد واحدؔ صاحب مثنوی ''شہ گلگوں قبا'' میں مدحتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطر بیزی کرتے ہیں۔ ''درنعتِ رسولِ کائنات و نبی موجودات صلی اللہ علیٰ روحہ وسلم'' عنوان کے تحت ۲۱/ اشعار کو نعت رنگ سے مزین کیا ہے ۔جس میں نعت کے تقدس کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے فکر وفن کا جادو جگانے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ واحدؔ صاحب مدحتِ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدا کرنے کے لیے اس طرح فکر میں مبتلا ہیں کہ نعت کا آغاز کس طرح اور کہاں سے کیا جائے ، کس منہ سے جنابِ احمدِ مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی مدحت و توصیف کی جائے۔ شعری اظہار میں کس قدر خوب صورتی سے کہتے ہیں کہ ؎

ملے کوثر کی مجھ کو روشنائی
کروں! طوبیٰ کی شاخوں سے لکھائی

کوثر کی روشنائی اور طوبیٰ کی شاخوں سے نعتِ سرور صلی اللہ علیہ وسلم تحریر کرنے کی سعادت بھی اگر مل گئی ؎

تو پھر بھی کچھ نہ لکھ پاؤں ثنا میں　　قلم عاجز ثنائے مصطفیٰ میں
نہیں ہے اُن کے رتبوں کی نہایت　　یہی ہے حاصلِ فہم و بصیرت
نہیں ممکن بشر سے ان کی تعریف　　خدا ہی کو ہے شایاں اُن کی توصیف

واحدؔ صاحب نے گوشۂ نعت میں سید الکونین والثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ جمیلہ کا بڑی ہی محتاط وارفتگی کے ساتھ بیان کرتے ہوئے مثنوی کے اصل موضوع ''شہِ گلگوں قبا'' کی طرف قلم کے رُخ کو موڑا ہے۔ سب سے پہلے سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی شان میں ۱۳/ اشعار پر مشتمل منقبت کا نذرانۂ عقیدت پیش کرکے اپنی غلامی کا ثبوت پیش کرنے کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے ہیں۔ منقبت میں واحدؔ صاحب نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے مقامِ رفیع

Marfat.com

کا بیان کیا ہے۔ آپ کی نبیِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت، والدین کریمین اور برادرِ معظم رضی اللہ عنہم کا ذکرِ جمیل کرتے ہوئے آپ کے کمال، جمال، شجاعت، علم، تقویٰ، صورت، سیرت، فصاحت، بلاغت میں انفرادیت کا خوب صورت شعری اظہاریہ پیش کیا ہے۔

منقبت کے بعد ''امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا امتحانِ عالی شان اور فلسفۂ شہادت'' عنوان کے تحت ۱۷ر اشعار میں امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے یزید کے مطالبۂ بیعت کے بعد امام عالی مقام رضی اللہ عنہ جیسے شیرِ جری کے انکار کے اسباب کا ذکر کیا ہے۔ یزید کی حکومت فریب و دجل، اَخلاقی و سیاسی گراوٹ، حدودِ حق کی پامالی اور غیر شرعی امور کی پشت پناہی کر رہی تھی۔ بھلا ایسے شخص سے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کس طرح بیعت کر سکتے تھے۔ سچ ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں جو جتنا زیادہ مقبول ہوتا ہے اس کا اُتنا ہی کڑا اور سخت امتحان ہوتا ہے۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اس سچائی سے واقف تھے اور آپ جانتے تھے کہ راہِ حق میں مرنا حقیقتاً ابدی زندگی ہے۔ واحدؔ صاحب تاریخ کی اس اہم اور نازک حقیقت کو یوں واشگاف کرتے ہیں۔

یہ تھا واضح امامِ باصفا پر — کہ میں ہوں واقعی راہِ خدا پر
اُدھر تھی مصلحت اور دنیا داری — اِدھر حُسنِ یقیں اور خاکساری
یقیں تھا یہ شہِ گلگوں قبا کو — جنابِ فاطمہ کے دلربا کو
کہ میں حق پہ ہوں! یہ بالکل بجا ہے — رہِ حق میں تو مرنا بھی، بقا ہے

اور جب امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے یزیدِ بے حیا کی بیعت سے انکار کر دیا تو پھر آپ پر حامیانِ یزید نے مصائب و آلام کے پہاڑ توڑے۔ یہاں تک کہ صدر شکِ جنت مدینۂ منورہ میں آپ رضی اللہ عنہ کا رہنا مشکل ہو گیا۔

Marfat.com

بالآخر مدینۂ طیبہ سے آپ کو ہجرت کرنا پڑی۔ اگرچہ یہ جدائی قیامت سے کم نہیں تھی۔ لیکن امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے نزدیک مرضیِ مولا مقدم تھی۔ صاحب زادہ ابوالحسن واحدؔ رضوی جیسے عاشقِ رسول و آلِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے اس پُردرد اور کرب ناک منظر کو ''امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی مدینۂ منورہ سے رحلت'' کے عنوان سے ۱۰/ اشعار میں پیش کیا ہے۔ اشعار میں پنہاں المیہ لب ولہجہ یقیناً قاری وسامع کو بھی غم انگیز کردے گا۔

کہ باقی لوگ تو یاں آرہے ہیں — جو گھر والے ہیں گھر سے جارہے ہیں
گراں تھی یہ جدائی اصدقا پر — سبھی عشاق پر ، اہلِ وِلا پر
قرارِ دل مدینہ سے ہے رخصت — بہارِ جاں کی اب ہوتی ہے رحلت
مدینہ چھوڑنا آساں نہیں تھا — یہ رشتہ توڑنا آساں نہیں تھا
جدائی کا یہ منظر بھی عجب تھا — مگر کیا کیجیے! منظورِ رب تھا
بالآخر شاہ نکلے گھر سے رو کر — مدینہ سے چلے ناشاد ہو کر

جب امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا قافلہ کربلا قدم رنجہ ہو گیا تو عاشورہ کی شب آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے عزیزوں اور ہمراہیوں کو دعاے خیر دیتے ہوئے امن وامان اور عافیت کے ساتھ واپس جانے کی خوشی سے اجازت دے دی۔ شہ گلگوں قبا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے اس خطبے کو سُن کر آپ کے جاں نثار تڑپ اُٹھے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کو ہرگز تنہا چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گے۔ راہِ مولا میں ہم بھی آپ کے ساتھ ساتھ جامِ شہادت نوش کر کے سیدِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سرخروئی حاصل کریں گے۔ ۲۵/ اشعار پر مشتمل ''شہ گلگوں قبا'' کا گوشہ ''شبِ عاشور'' میں صاحب زادہ ابوالحسن واحدؔ رضوی نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقا کے مکالمے کو بڑی خوش اسلوبی سے بیان کیا

Marfat.com

ہے۔ جاں نثاروں کی طرف سے محبت و عقیدت کے اظہاریے کے بعد عاشورہ کی شب کی منظر نگاری کرتے ہوئے واحدؔ صاحب نے تصویریت کا حُسن کچھ اس طرح بکھیرا ہے کہ ایسا لگتا ہے جیسے وہ منظر نگاہوں کے سامنے ہے۔

غرض جب کہہ چکے اہلِ عقیدت　　وفا کی اور محبت کی حکایت
صفیں پھر بچھ گئیں بہرِ عبادت　　ہمہ مشغول در ذکر و تلاوت
ثناؤں میں ہی ساری رات گزری　　دعاؤں میں ہی ساری رات گزری

مثنوی ''شہ گلگوں قبا'' کا ۱۸ر اشعار پر مبنی حصہ ''دسویں محرم کا ہولناک دن اور رفقاے امام کی ثابت قدمی واولوالعزمی'' میں واحدؔ صاحب کے موے قلم نے جاں نثارانِ شہِ گلگوں قبا رضی اللہ عنہ کی تین دن سے سخت بھوک اور پیاس کے باوجود حق کی خاطر ثابت قدمی کا دردانگیز شعری اظہار کیا ہے۔

نہالِ فاطمی تشنہ دہاں تھے　　نرے فاقوں سے بے تاب و تواں تھے
میسر آب کا جُرعہ نہیں تھا　　بھلا جُرعہ تو کیا، قطرہ نہیں تھا
لبِ آب ان کو تھی پانی سے دوری　　مسلسل تین دن سے ناصبوری

اس قدر مصائب و آلام کے باوجود راہِ حق کے غازیوں کا شوقِ شہادت قابلِ دید تھا۔ امام عالی مقام شہیدِ بلا شاہِ گلگوں قبا رضی اللہ عنہ کے جاں نثاروں نے جس استقلال اور استقامت کا مظاہرہ کیا وہ اپنے آپ میں بے مثال ہے۔ کربلا والوں نے اپنے گھر کو لُٹانا گوارا کر کے ناموسِ اسلام کی حفاظت فرمائی۔

اس کے بعد مثنوی صاحب زادہ ابوالحسن واحدؔ رضوی کا قلم اب مثنوی ''شہِ گلگوں قبا'' کے نقطۂ عروج کی طرف بڑھتے ہوئے ''عمر بن سعد کا جنگ کے لیے فوج لے کر آنا اور امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کا اتمامِ حجت'' کے تحت ۲۵ر اشعار رقم کرتا ہے۔ اس گوشے میں واحدؔ صاحب نے واقعات کو بیان کرنے میں

Marfat.com

ایسی ہر روایت سے گریز کیا ہے جو پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچتی۔ ہر مقام کی طرح یہاں بھی شعریت کا بھرپور لحاظ رکھا ہے۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا یزید فوج کو اتمامِ حجت کے لیے خطبہ دینے، عمر بن سعد کے خطبہ سن کر تیر چلانے، حضرات حُر و مصعب کی شہادت، اور شہ گلگوں قبا رضی اللہ عنہ کے دیگر ساتھیوں کی شہادت کو بیان کرنے کے بعد واحدؔ صاحب نے ۱۴ر اشعار پر مشتمل حصے ''شہادتِ علی اکبر رضی اللہ عنہ'' میں شبیہِ پیمبر فرزند امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی دردناک شہادت کو فنی محاسن سے مملو شعری پیکر میں بڑی چابک دستی سے ڈھالا ہے۔

مثنوی ''شہِ گلگوں قبا'' کا ۳۲ر اشعار پر مشتمل مرکزی اظہاریہ ''قیامتِ صغریٰ۔ شہِ گلگوں قبا جنابِ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت'' میں صاحب زادہ ابوالحسن واحدؔ رضوی کے تخیل کی پرواز نے بڑا پُر تاثیر اور الم ناک انداز اختیار کیا ہے۔ ایک ایک کرکے تمام جاں نثاروں کی شہادت کے بعد تنہا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ رہ جاتے ہیں۔ اس موڑ پر حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے بھی میدانِ کارزار میں جانے کی اجازت چاہی لیکن امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

کہا شبیر نے میرے سمن بر! مرے جانی، مرے مہ رُو و دلبر!
تمھیں دیتا نہیں میں اب اجازت تمھارے ذمہ ہے سب کی حفاظت

اب مخدراتِ اہل بیت رضی اللہ عنہن سے امامِ عالی مقام شہ گلگوں قبا رضی اللہ عنہ کی فرقت و رخصت ہے۔ بڑا غم آگیں منظر ہے۔ نانا جان سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ سر پر باندھے امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ میدانِ کارزار کی طرف جارہے ہیں، چند شعر دیکھیں اور واحدؔ صاحب کے حُسنِ بیان کو داد دیں۔

Marfat.com

عمامہ مصطفی کا سر پہ رکھا　　چلے خیمہ سے سوے جُندِ اعدا
کیا حضرت نے پھر اتمامِ حجت　　دیا خطبہ بصد سوز و محبت
مگر اعدا نے سُن کر ان سنی کی　　بس اُن کو قتل کرنے کی پڑی تھی
غرض اک دوزخی نے ابتدا کی　　اُسی دم آپ نے گردن اُڑادی
ہوئی پھر حملہ آور فوج ساری　　ہزاروں میں تھے وہ گستاخ، ناری

ایسے ہوش رُبا عالم میں امامِ عالی مقام شہِ گلگوں قبا رضی اللہ عنہ نے وہ ہمت وجواں مردی دکھائی کہ یزیدی لشکر پر ہیبت طاری ہو گئی۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے دشمنوں کی صفوں کو اُلٹ کر رکھ دیا۔ ہر طرف سے اعدا نے حملہ کیا۔ قیامتِ صغریٰ کا وہ پُر درد منظر کیسے بیان ہو سکتا ہے۔ واحدؔ صاحب کے قلم نے جس کربیہ آہنگ سے شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کے وفا افروز واقعہ کو شعری اسلوب میں پیش کیا ہے وہ الم انگیز تو ہے ہی ایجاز و تراکیب، روزمرہ، پیکر تراشی، الفاظ کے مناسب رکھ رکھاؤ جیسے شعری حُسن سے آراستہ بھی ہے۔

وہ تلواروں، کبھی تیروں کی بارش　　کبھی خنجر، کبھی نیزوں کی بارش
لگا اک تیر، ہائے! اُس جبیں پر　　جو تھی بوسہ گہِ محبوبِ داور
بہت گھائل تھا اب وہ نوری پیکر　　تنِ اقدس، وہ جسمِ ناز پرور
اتر گھوڑے سے آپ آئے زمیں پر　　عجب منظر تھا وہ، اللہ اکبر
لہو جاری تھا جسمِ نازنیں سے　　اُدھر دشمن کے حملے ہو رہے تھے
نہ تھی اب تاب حضرت میں بظاہر　　شہید ہو کر زمیں پر گر پڑے پھر
اسی پر بس نہ کی اعدا نے، ہائے　　سرِ اقدس جدا کرنے کو دوڑے
عدو خولی تھا یا شبلِ لعیں تھا　　سرِ اقدس کو جس نے تن سے کاٹا

Marfat.com

عدو نے جب گلا حضرت کا کاٹا جہاں کا ذرّہ ذرّہ کانپ اُٹھا
قیامت تک نہ ہو گا ظلم ایسا نہ ہو گا اس طرح کا حشر برپا
امامِ پاک نے کیسی وفا کی کہ اپنی جان بھی نذرِ خدا کی

قیامتِ صغریٰ کے بیان کے بعد واحدؔ صاحب نے ۱۵/ اشعار میں ''امامِ عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کے مناظر'' کا بیان کیا ہے۔ مثنوی ''شہِ گلگوں قبا'' کا یہ گوشہ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا اظہاریہ ہونے کے ساتھ ساتھ واحدؔ صاحب کی عربی دانی پر کمال دسترس کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ اس گوشے میں آپ نے اردو اشعار کے جِلو میں عربی شعر بھی رقم کیا ہے۔

واحدؔ صاحب نے مثنوی کے خاتمہ سے قبل ۵/ اشعار پر ''ہدیۂ سلام۔ بحضور امام عالی مقام شہ گلگوں قبا رضی عنہ اللہ رب الارض والسمآء'' پیش کیا ہے۔ جو واحدؔ صاحب کے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے تئیں عقیدت و محبت کے مخلصانہ رویوں کا غماز ہے۔ واحدؔ صاحب نے محض پانچ اشعار میں امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے فضائلِ کثیرہ کو بڑے اجمال کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے گویا کوزے میں سمندر کو بند کر دیا گیا ہو۔

سلام اُس پیکرِ صبر و رضا پر سلام اُس عظمتِ مہر و وفا پر
سلام اُس شانِ ایماں، شانِ دین پر سلام اُس جانِ ایقان و یقیں پر
سلام اُس منبعِ جرأت پہ ہر دم سلام اُس محسنِ اُمت پہ ہر دم
سلام اُس پر کہ جس نے گھر لٹا کر کیا اسلام کے جھنڈے کو برتر
شہِ گلگوں قبا، جانِ تمنّا حسینِ باصفا جانِ تمنّا

مثنوی ''شہِ گلگوں قبا'' کے اختتام پر صاحب زادہ ابوالحسن واحدؔ رضوی

Marfat.com

نے ۹/ شعر ''درمناجات بہ درگاہِ مجیب الدعوات''قلم بند کرکے بارگاہِ خداوندی میں اپنی عاجزی کااظہار کرتے ہوئے نبیِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علیِ مرتضیٰ و فاطمۃ الزہرا، آلِ نبی، شہِ گلگوں قبارضی اللہ عنہم اور جملہ اولیاے کرام کے وسیلے سے دنیوی واخروی کامیابی کی دعامانگی ہے۔اس دعا پر آمین کہتے ہوئے حضرت اقدس صاحب زادہ ابوالحسن واحدؔ رضوی مدظلہٗ کو فکرو فن کی پختگی، جذبہ وفن کی وسعت، خیالات کی سچائی اور دردو کرب سے مملوایسی پُراثراور نفیس مثنوی قلم بند کرنے پر عمیق دل سے مبارک باد پیش کرتاہوں۔ اللہ کریم حضرت کاسایہ ہم پر دراز ترفرمائے (آمین)۔

(ڈاکٹر) محمد حسین مُشاہدؔ رضوی
سروے نمبر۳۹ پلاٹ نمبر ۱۴ نیااسلام پورہ
مالیگاؤں (ناسک)،
۶/ صفرالمظفر ۱۴۳۶ھ / ۳۰/ نومبر ۲۰۱۴ء، بروزاتوار
09420230235 / 09021761740
mushahidrazvi79@gmail.com

Marfat.com

مثنوی

''شہِ گلگوں قبا''

تصنیف

صاحبزادہ پیر ابوالحسن واحدؔ رضوی

کتاب محل

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

آغازِ مثنوی "شہِ گلگوں قبا"

حمدِ خالقِ حسن و جمال

جَلّ جلالہ وعمّ نَوالہ

لبوں پر حمد اُس کی جلوہ گر ہے
وہی جو خالق شام و سحر ہے
وہی جو حاکم شمس و قمر ہے
وہی جو مالک ہر خشک و تر ہے
خدائی جس کی ظاہر اور عیاں ہے
ثنا میں جس کی ہر شے تر زباں ہے
وہی جس نے بنائے پھول چہرے
اَداؤں کے سجائے جن پہ سہرے

Marfat.com

عجب انسان کی صورت بنائی
عجب ماٹی سے یہ مورت بنائی
کوئی سندر ، نرالی اُس کی شوبھا
سجا ، سنورا ، دُھلا ، اُجلا ، سجیلا
نشیلا ، مد بھرا ، کوئی ہے چنچل
کوئی نازُک ، ملائم ، نرم ، کومل
کسی کا چاند سا مکھڑا نکھرتا
کسی پہ جائے بلہاری سندرتا
کسی کو مد بھری آنکھیں عطا کیں
کہ بھر دیں شوخیاں جن میں بلا کیں
کسی کو لب دیئے لعل یمن سے
کسی کے دانت ہیں درّ عدن سے

Marfat.com

کسی کے بول تیکھے ، کوئی مصری
کوئی من میت ، ساجن ، کوئی بیری
نرالی اُس نے یہ دنیا بنائی
انوکھی طرز پر ہر شے سجائی
کوئی پاپی ہمیشہ من میں مایا
کرے کوئی سدا ، سیوا ، تپسیا
کوئی دھنوان ہے ، کوئی ہے نردھن
کوئی بھکشک کہ جیون ہے اجیرن
وہی پھولوں میں خوشبو جو بسائے
وہی جو ساتھ کانٹے بھی اُگائے
وہی بخشے سکوں بھی ، راحتیں بھی
کرے سب دور، سب کی کلفتیں بھی

Marfat.com

سلائے اطلس و کمخاب میں بھی
مٹائے خاک میں بھی آب میں بھی
اُسی کی بادشاہی ہر طرف ہے
اُسے زیبا ہر اِک عز و شرف ہے
وہی ہے خالق و رزّاقِ عالم
وہی ہے سب سے اکبر اور اعظم
وہی جو خالقِ حسن و اَدا ہے
وہی تو قابلِ حمد و ثنا ہے

در نعتِ رسولِ کائنات و نبی موجودات

صلّی اللہ علیٰ روحہٖ وسلّم

کہاں سے اور کیسے ابتدا ہو
کہاں فکرِ رَسا کی انتہا ہو

Marfat.com

عطا لفظوں کو کیسے ہو طہارت
ہو کس منہ سے بیاں توصیف و مدحت
ملے کوثر کی مجھ کو روشنائی
کروں! طوبیٰ کی شاخوں سے لکھائی
تو پھر بھی کچھ نہ لکھ پاؤں ثنا میں
قلم عاجز ثنائے مصطفیٰ میں
وہی شمس الضحیٰ ، بدرُ الدجیٰ ہیں
وہی صدرُ العلیٰ ، نورُ الھدیٰ ہیں
وہی سب سے عُلیٰ ، سب سے وَرا ہیں
وہی خیرُ النّسب ، خیرُ الوریٰ ہیں
وہی تو رحمۃٌ للعالمیں ہیں
جو محشر میں شفیعُ المذنبیں ہیں

Marfat.com

امامُ المرسلیں ، شانِ رسالت
خدا نے ختم کی جن پر نبوت
جنھیں بخشی اِمامت انبیاء کی
عطا کی حکمرانی دوسرا کی
نظیر اُن کی نہیں حسنِ شیم میں
مثال اُن کی نہیں جود و کرم میں
بدن جن کا مقدس اور معطر
وہ رخ جن کا مطہر اور منور
وہی جو زینتِ بیت حرم ہیں
وہی جو مرجع جملہ اُمم ہیں
وہ جبریلؑ امیں جن کے گداگر
سبھی آدمؑ سے عیسیٰؑ تک، ثنا گر

Marfat.com

وہی مطلوب و مقصودِ خدا جو
گئے فوراً سرِ عرش علا جو
عطا جن کو ہوئی رفعت دَنا کی
جنھیں بخشی گئی قربت بلا کی
صدائے اُدْنُ مِنِّی کے سزاوار
جمالِ صنعتِ حق کے وہ شہکار
غریبوں کے ، یتیموں کے وہ حامی
برابر جن کے آگے خاص و عامی
نہیں ہے اُن کے رُتبوں کی نہایت
یہی ہے حاصلِ فہم و بصیرت
نہیں ممکن بشر سے اُن کی تعریف
خدا ہی کو ہے شایاں اُن کی توصیف

Marfat.com

خدا کی بس جہاں تک ہے خدائی
وہاں تک مصطفیٰؐ کی مصطفائی

ہزاروں اُن پہ تسلیم و تحیت
بصدقِ دل ، بصد اِخلاصِ نیّت

شہِ گلگوں قبا

در منقبتِ شہزادۂ گلگوں قبا، راکب دوش مصطفی ابن فاطمہ و مرتضیٰ
امام عالی مقام جنابِ امام حسین رضی اللہ عنہ وسلام اللہ علیہ

کرے مدحت کی جرأت کیسے خامہ
رقم کیسے کرے توصیف نامہ
ہو کیسے ابتدائے مدح خوانی
ہو کیسے اِفتتاحِ خوش بیانی

Marfat.com

قلم کو قوت و یارا نہیں ہے
خزف کے سامنے دُرّ ثمیں ہے
عطا ہو گر لبوں کو خوش مقالی
تو لوں پھر نام آں شبیر عالی
رسولُ اللہ کے سِبطِ معظم
وہ اہلِ بیت کے فردِ مکرم
وہ ابن فاطمہؑ ، وہ جانِ حیدرؑ
حسنؑ کے لاڈلے ، پیارے برادَر
شہِ گلگوں قبا ، ماہِ تمامے
نگارِ خوش ادا و خوش خرامے
گلستانِ جناں کے تازہ تر گل
وہ جانِ مصطفیٰؐ و سیّدُ الکلؐ

Marfat.com

جمالِ والضحیٰ اُن سے ہویدا
کمالِ مرتضیٰ اُن سے ہویدا
تصدُّق خوش بیانی پر فصاحت
فدا خطبوں پہ سو جاں سے بلاغت
ہر اِک خو میں ہر اِک خصلت میں تنہا
شَجاعت ، علم اور تقویٰ میں یکتا
وہ صورت اور سیرت میں یگانہ
نظیر اُن کی نہ پائے گا زمانہ
سلام اُس منبعِ صبر و رِضا پر
شہیدِ حق ، شہیدِ کربلا پر

Marfat.com

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا امتحانِ عالی شان
اور فلسفۂ شہادت

کہا جاتا ہے جتنی ہو فضیلت
اُسی درجہ کی آتی ہے مصیبت
بڑوں کا امتحاں ہوتا بڑا ہے
اور ایسا امتحاں ہوتا کڑا ہے
یہ ہے تاریخ میں بالکل ہی واضح
ہے ہر ہر جزو بھی اور کل بھی واضح
یزیدوں نے کہ جب چاہی تھی بیعت
شہِ گلگوں قبا نے کی مذمت

Marfat.com

یہ فرمایا تھا سبطِ مصطفیٰ نے
کہا یہ نورِ چشم مرتضیٰ نے
نہیں منظور مجھ کو یہ دغا سب
فریب و دجل و کذب اور یہ جفا سب
یہ شیطاں کی دل و جاں سے اِطاعت
یزیدِ مصلحت بیں کی حکومت
معاشرتی ، سیاسی یہ گراوٹ
رَوا و نارَوا کی یہ ملاوٹ
حدودِ حق کی پامالی تو دیکھو!
یہ ظلم و جور و بدحالی تو دیکھو!
کروں اُس شخص کی میں دل سے بیعت
نہیں دیتی اِجازت مجھ کو غیرت

Marfat.com

یہ واضح تھا امامِ باصفا پر
کہ میں ہوں واقعی راہِ ھُدا پر
اُدھر تھی مصلحت اور دنیاداری
اِدھر حسنِ یقیں اور خاکساری
یقیں تھا یہ شہِ گلگوں قبا کو
جناب فاطمہؑ کے دلربا کو
کہ میں حق پہ ہوں! یہ بالکل بجا ہے
رہِ حق میں تو مرنا بھی ، بقا ہے
یزیدِؑ بے حیا کو جب نہ مانا
تو مشکل ہو گیا طیبہ میں رہنا
اگرچہ یہ جدائی تھی قیامت
حقیقت میں یہ تھی منظورِ قدرت

Marfat.com

کہ ملنی تھی جداگانہ فضیلت
عطا ہجرت کی ہونی تھی سعادت

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی مدینۂ منوّرہ سے رحلت

بہت مشکل تھی طیبہ سے جدائی
کہ تھی شہرِ تمنا سے جدائی
تصور اُس گھڑی کا ہے بھیانک
نکلنا پڑ گیا ہائے! اچانک
یہ رہ رہ کے خیال آتا تھا اکثر
زباں پر یہ مقال آتا تھا اکثر
کہ باقی لوگ تو یاں آ رہے ہیں
جو گھر والے ہیں گھر سے جا رہے ہیں

Marfat.com

گراں تھی یہ جدائی ، اَصدِقا پر
سبھی عُشاق پر ، اہل وِلا پر
قرارِ دل ، مدینہ سے ہے رخصت
بہارِ جاں کی اب ہوتی ہے رحلت
مدینہ چھوڑنا آساں نہیں تھا
یہ رشتہ توڑنا آساں نہیں تھا
تھی خود تقدیر حیراں اس فضا پر
شہِ گلگوں قبا کی اِس اَدا پر
جدائی کا یہ منظر بھی عجب تھا
مگر کیا کیجیے! منظور ربّ تھا
بالآخر شاہَ نکلے گھر سے رو کر
مدینہ سے چلے ناشاد ہو کر

Marfat.com

شب عاشور

شب عاشور کو حضرتؓ نے سب سے
کہا شفقت سے اور مہر و اَدب سے
جزائے خیر سے مولیٰ نوازے
اجازت ہے ، چلے جاؤ ادھر سے
اندھیرے میں نکل جاؤ یہاں سے
بخیر و عافیت ، امن و اماں سے
خوشی سے دے رہا ہوں میں اجازت
نہ ہو گی تم سے کوئی بھی شکایت
یزیدی جتنا لشکر بھی یہاں ہے
اُنھیں کوئی غرض تم سے کہاں ہے؟

Marfat.com

اُنھیں مطلب مری ہی جان سے ہے
مری ہی شان ، میری آن سے ہے
تڑپ اُٹھے یہ سن کر اہلِ اُلفت
وہ جُملہ اہلِ دل ، اہلِ محبت
کہا عباسؔ نے خطبہ یہ سن کر
یہ ہو سکتا نہیں ، اے میرے سرور!
خدا ہم کو نہ ایسا دن دکھائے
جدائی کا نہ ہرگز لمحہ آئے
کہا اورں نے بھی یہ باصراحت
ہمیں لگتا ہے یوں جانا ، قیامت
ادھر مسلمؔ کے بول اُٹھے اَقارِب
تھے بہرِ دشمناں مثلِ عقارِب

Marfat.com

ہمارے جان و مال ، اولاد صدقے
بصدقِ دل بجانِ شاد ، صدقے
یہاں سے ہم بھی جائیں گے نہ ہرگز
کبھی بھی ساتھ چھوڑیں گے نہ ہرگز
جنابِ مسلمؔ ابنِ عوسَجہ بھی
اُسی دم بول اُٹھے: میرے ہادی!
نہ چھوڑوں گا کبھی حضرتؑ! کو تنہا
لڑوں گا راہِ حق میں ، مَیں بھی مولیٰ!
مسلسل ہاتھ میں تلوار لے کر
کروں گا! قتل دشمن کو برابر
کبھی پھینکوں گا پتھر اور بھالے
یہاں تک کہ مجھے بھی موت آلے

Marfat.com

اُسی لمحے کہا یہ سعدؓ نے بھی
قسم اللہ کی رَجعت نہ ہو گی
کریں گر، قتل ، ستر بار ، مجھ کو
جلائیں اور کر دیں زار مجھ کو
کریں ٹکڑے کہ بھونیں مجھ کو حضرت!
نہ چھوڑوں گا میں ہرگز یہ رفاقت
زبیرؓ باصفا نے بھی کہا یوں
زہے قسمت ، زہے بخت ھمایوں
اگر آرے سے میں چیرا بھی جاؤں!
رفاقت سے مَیں پھر بھی منہ نہ موڑوں!
غرض جب کہہ چکے اہلِ عقیدت
وفا کی اور محبت کی حکایت

Marfat.com

صفیں پھر بچھ گئیں بہرِ عبادت
ہمہ مشغول در ذکر و تلاوت
ثناؤں میں ہی ساری رات گزری
دعاؤں میں ہی ساری رات گزری

دسویں محرم کا ہولناک دن
اور رُفقائے امام کی ثابت قدمی واُولوالعزمی

عجب دسویں کا تھا محشر نما دن
وہ ظلم و جور کا ہیبت نما دن
غریبانِ وطن کی وہ مصیبت
وہ ضعف و ناتوانی اور نقاہت

Marfat.com

نہالِ فاطمی تشنہ دَہاں تھے
نرے فاقوں سے بے تاب و تواں تھے
میسر آب کا جُرعہ نہیں تھا
بھلا جرعہ تو کیا، قطرہ نہیں تھا
لبِ آب اُن کو تھی پانی سے دوری
مسلسل تین دن سے تھی صبوری
سر چشمہ تیمم سے نمازیں
ذرا دیکھے تو کوئی یہ نیازیں
ستم ایسا فلک نے بھی نہ دیکھا
کسی پر امتحاں ایسا نہ آیا
مگر ہمت تو دیکھو! عاشقوں کی
رہِ حق کے شہیدوں، غازیوں کی

Marfat.com

ڈرے ہرگز نہ طوفانِ بلا سے
وہ اہل عزم وہ بھوکے پیاسے
کہا جاتا رہا بیعت کا ہر دم
مگر مانے نہیں شاہِ مکرمؓ
دل شبیرؓ میں دنیا کہاں تھی
کہ اِس کی بے ثباتی سب عیاں تھی
وہ جن پہ منکشف سرِّ حقیقی
اُنھیں دنیا کی صورت کب لبھاتی
لگائی راحتِ دنیا کو ٹھوکر
نہ دیکھا دولتِ دنیا کو یکسر
سہی پھر خوش دلی سے ہر مصیبت
بلاؤں ، آفتوں کی وہ قیامت

Marfat.com

کیا ہر ہر بلا کا خیر مقدم
نہ کی بیعت ، رہے باعزمِ محکم
سر مُو فرق ہمت میں نہ آیا
عجب جرأت کا نظارہ دکھایا
گوارا کر لیا گھر کو لٹانا
گوارا کر لیا خوں کو بہانا
مگر اسلام کی عزت بچائی
سبھی کو اپنی دکھلا دی بڑائی

Marfat.com

عمر بن سعد کا جنگ کے لیے فوج لے کر آنا اور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا اِتمامِ حجت

عمرؔ بن سعد ، وہ دشمن خدا کا
بہت تڑکے ہی لے کر فوج نکلا
ہزاروں تازہ دم فوجی جواں تھے
لیے ہاتھوں میں سب تیغ و سناں تھے
لگا کہنے کہ بس اب جنگ ہو گی
سنو! تم پر زمیں اب تنگ ہو گی
اِدھر شہزادۂ خیرالوریٰؐ نے
گلِ باغِ علیؑ مرتضیٰؑ نے
بطور ، اِتمامِ حُجّت کے کہا یہ
یزیدی فوج کو خطبہ دیا یہ

Marfat.com

تمھیں کچھ پاس ہے میرے نسب کا؟
ہے اندازہ تمھیں میرے حسب کا؟
مرے نانا محمدؐ مصطفی ہیں
مرے بابا علیؑ شیرِ خدا ہیں
میں فرزندِ جنابِ فاطمہؑ ہوں!
میں دلبندِ جنابِ مجتبیٰؑ ہوں!
ذرا منہ تو گریبانوں میں ڈالو!
صدا اَندر سے کیا آتی ہے سن لو!
مرے رَہ کے بنے کیوں خار ہو تم؟
مرے کیوں درپئے آزار ہو تم؟
خرد سے کام لو! نکلو! جنوں سے
بری تم ہو سکو گے کیسے خوں سے؟

Marfat.com

مرا وارِث، مرا مولیٰ ہے سن لو!
مرا حامی ، مرا داتا ہے سن لو!
اُدھر اہلِ نبوت نے سنا جب
تو خیمے میں لگے کرنے بُکا سب
سنا حضرت نے خیمے سے جو گریہ
تسلی کے لیے اکبرؑ کو بھیجا
علی اکبرؑ بھی تھے ، عباسؑ بھی تھے
وہ دونوں پھول، گلزارِ علیؑ کے
غرض جب ہو چکا اِتمام حجت
شہِ شبیرؑ نے کر دی وضاحت
عمرؑ بن سعد نے سن کر یہ خطبہ
اُسی دم اِس طرف اِک تیر پھینکا

Marfat.com

فضاؤں میں بلند اُس نے صدا کی
گواہ رہنا کہ میں نے ابتدا کی
بس اتنا تھا کہ پھر اَعدا نے مل کر
مظالم کا کیا آغاز فرفر
ہوا اب گرم بازارِ شجاعت
جوانوں نے دکھائی پھر بسالت
جدھر بھی پھیرتے رخ وہ دلاوَر
الٹ دیتے صفیں اعدا کی یکسر
نرالا تھا یہ منظر اور جدا تھا
کہ چرخ پیر نے دیکھا نہیں تھا
صف اعدا سے وہ حُرؔ کا نکلنا
وہ پھر مصعبؔ کا بھی گردن کٹانا

Marfat.com

اُدھر اعدا نے دیکھا جب یہ منظر
اچانک ہوگئے پھر حملہ آور
شہ گلگوں قبا کے سب سپاہی
فدا ہوکے، ہوئے جنت کے راہی

شہادتِ علی اکبر رضی اللہ عنہ

بنی ہاشم کی اب آئی ہے نوبت
انھیں پینا ہے اب جامِ شہادت
تو آئے سب سے پہلے وہ سمن بر
علی اکبرؓ وہ ہم شکلِ پیمبرؐ
اٹھارہ سال کے رشک قمر وہ
امام پاک کے لختِ جگر وہ

Marfat.com

وہ فرزندِ جنابِ شہربانوؑ
وہ دلبندِ جنابِ شہربانوؑ
لڑے اعدا سے ، دی دادِ شجاعت
بالآخر پی لیا جام شہادت
شہادت یہ عجب محشر نما تھی
یہ ظلم و جور کی اِک انتہا تھی
کہا راویؔ نے خیمے سے اُسی دم
بصد آہ و فغان و چشم پرنم
بڑی تیزی سے نکلی ایک ہستی
لبوں پر جس کے گریہ اور بکا تھی
یہ تھیںؑ بنت علیؑ و جانِ زہراؑ
یہ تھیں زینبؑ سلامُ اللہ عَلَیہَا

Marfat.com

عجب نا گفتہ بہ تھی اُن کی حالت
بھتیجے کی شہادت تھی قیامت
شہ گلگوں قبا نے اُن کو تھاما
بڑی مشکل سے خیمے جا کے چھوڑا
جواں اکبرؑ کی پھر میت اٹھائی
ادھر خیمے کے آگے جا کے رکھی
عجب آہ و بکا کا شور اٹھا
کبھی وَامُصطَفٰی بولیں، کبھی پھر وَاعَلِیّا
علیؑ کا لاڈلا تھا خاک و خوں میں
سلونا، سانولا تھا خاک و خوں میں

Marfat.com

قیامتِ صغریٰ

شہ گلگوں قبا جنابِ امام حسین رضی اللہ عنہ

کی شہادت

بڑے سے لے کے بچے تک فدا تھے
عجب وہ پیکر صبر و رِضا تھے
فدا جب ہو چکے حضرتؓ کے اَصحاب
نرالی طرز کے وہ سارے اَحباب
اَعزہ ، اَقربا ، خادِم ، موالی
ہمہ اَربابِ ہمت ، عزمِ عالی
سبھی جب پی چکے جام شہادت
سبھی جب ہو چکے واصل بہ جنت

Marfat.com

ابھی وہ وقتِ نازُک آگیا تھا
ابھی وہ مرحلہ تھا آن پہنچا
ابھی ہو کون؟ جو حضرت کو روکے
ابو بکرؓ و عمرؓ تو جا چکے تھے
جنابِ عونؓ و عثمانؓ اور جعفرؓ
یہ پہلے کر چکے جانیں نچھاور
جواں اکبرؓ بھی اب تو سو گئے تھے
علی اصغرؓ بھی قرباں ہو گئے تھے
ابھی بس رہ گئے شبیر تنہا
اور اِک فرزند زین العابدیں تھا
علی سجادؑ نے چاہی اجازت
مجھے بھی چاہیے جام شہادت

Marfat.com

کہا شبیرؑ نے میرے سمنبر!
مرے جانی ، مرے مہ رُو و دلبر!
تمھیں دیتا نہیں میں اب اجازت
تمھارے ذمہ ہے سب کی حفاظت
غرض فرقت کا لمحہ آگیا تھا
ہوئے تیار اب شبیر تنہا
عمامہ مصطفیٰ کا سر پہ رکھا
چلے خیمہ سے سوئے جُندِ اَعدا
کیا حضرت نے پھر اتمام حجت
دیا خطبہ بصد سوز و محبت
مگر اعدا نے سن کر اَن سنی کی
بس اُن کو قتل کرنے کی پڑی تھی

Marfat.com

غرض اک دوزخی نے ابتدا کی
اُسی دم آپ نے گردن اڑا دی
ہوئی پھر حملہ آور فوج ساری
ہزاروں میں تھے وہ گستاخ ، ناری
شہِ والا نے وہ جرأت دکھائی
کہ دشمن کو ہوئی مشکل رہائی
اُلٹ ڈالیں صفیں دشمن کی یکسر
لگا کے نعرۂ اللہ اکبر
اُدھر اعدا نے جب منظر یہ دیکھا
کیا ہر سمت سے حضرت پہ حملہ
وہ تلواروں ، کبھی تیروں کی بارش
کبھی خنجر، کبھی نیزوں کی بارش

Marfat.com

لگا اک تیر ، ہائے ، اُس جبیں پر
جو تھی بوسہ گہِ محبوبِ دَاور
بہت گھائل تھا اب وہ نوری پیکر
تنِ اَقدس ، وہ جسم ناز پروَر
اتر گھوڑے سے آپ آئے زمیں پر
عجب منظر تھا وہ ، اللہ اکبر
لہو جاری تھا جسم نازنیں سے
اُدھر دشمن کے حملے ہو رہے تھے
نہ تھی اب تاب حضرت میں بظاہر
شہید حق زمیں پر گر پڑے پھر

(انا للہ وانا الیہ راجعون) اعلی اللہ تعالیٰ مکانہ واسکنہ بحبوبۃ جنانہ وامطر علیہ شآبیب رحمتہ ورضوانہ۔

Marfat.com

اِسی پر بس نہ کی اعدا نے ، ہائے
سرِ اقدس جدا کرنے کو دوڑے
عدو خولی تھا یا شبلِ لعیں تھا
سرِ اقدس کو جس نے تن سے کاٹا
عدو نے جب گلا حضرت کا کاٹا
جہاں کا ذرّہ ذرّہ کانپ اٹھا
قیامت تک نہ ہو گا ظلم ایسا
نہ ہو گا اس طرح کا حشر برپا
امام پاک نے کیسی وفا کی
کہ اپنی جان بھی نذرِ خدا کی

Marfat.com

امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کے مناظر

(۱)

مکمل جب ہوا قصّہ وفا کا
پیا جب جام تسلیم و رِضا کا
رہِ حق میں جب اپنی جاں لٹا دی
اُولو العزمی سے جب گردن کٹا دی
تو ہر سو شور اٹھا اِس جفا پر
فلک حیراں تھا اُس دن کربلا پر
قیامت کا عجب منظر بپا تھا
فلک سے خون برسا جا رہا تھا

Marfat.com

ہر اِک سُو نوحہ خوانی اور زاری
لبِ جنّات پر بھی تھا یہ جاری

”ألا یا عین فابتھلی بجھد
ومن یبکی علی الشّھداء بعدی
علیٰ رھط تقودھم المنایا
الیٰ متجبّر فی ملک عھدی“

(۲)

سرِ اقدس کو نیزے پر اٹھا کر
لیے جب جا رہے تھے وہ ستمگر
ہوئی اک کھفؔ کی آیت تلاوت
کہ تھی جس میں یہ تصریح وصراحت

Marfat.com

”عجب تھے غار والے اِک نشانی“
ہے لکھی جن کی قرآں میں کہانی
سر اَقدس نے فوراً یہ صدا دی
کہ اَعْجَبْ مِنْهُمْ قَتْلِیْ وَ حَمْلِیْ

(۳)

سر اقدس لیے جب جا رہے تھے
وہ دنیا کی متاع و زر کے پیاسے
رُکے جب ایک منزل پر تو دیکھا
قلم لوہے کا سب نے آشکارا
جو لہراتا ہوا آیا ہوا میں
لکھا اک شعر خوں سے یوں فضا میں

Marfat.com

أَتَرْجُوْ أُمّة قَتَلَتْ حُسَيْنَا
شَفَاعَة جَدِّهٖ يَوْم الْحِسَابِ

ہدیۂ سلام

بحضور امام عالی مقام شہ گلگوں قبا رضی عنہ اللّٰہ ربّ الأرض والسّماء

سلام اُس پیکرِ صبر و رضا پر
سلام اُس عظمتِ مہر و وفا پر
سلام اُس شانِ ایماں ، شانِ دیں پر
سلام اس جانِ اِیقان و یقیں پر

Marfat.com

سلام اُس منبعِ جرأت پہ ہر دم
سلام اُس محسنِ اُمت پہ ہردم
سلام اُس پر کہ جس نے گھر لٹا کر
کیا اِسلام کے جھنڈے کو برتر
شہِ گلگوں قبا ، جانِ تمنا
حسینؓ باصفا شانِ تمنا

خاتمہ

درمناجات بہ درگاہِ مجیب الدعوات

مرے دل کو عطا نور و صفا کر!
زباں کو قابلِ ذکر و دعا کر!

Marfat.com

محبت سے مجھے معمور کر دے!
خصوصی لطف سے مسرور کر دے!
عطا کر دولتِ حسنِ یقیں بھی
بنا دے دین کا خادم ، امیں بھی
ترے ہاں تو کمی کوئی نہیں ہے
تو دیتا ہے مجھے کامل یقیں ہے
نہ رُسوا عرصۂ محشر میں کرنا!
مرا پردہ ، مرے ستّار! رکھنا
تجھے ہے واسطہ شاہِ دَنا کا
جنابِ مصطفیٰ کا ، مجتبیٰ کا
تجھے ہے واسطہ شیرِ خدا کا
جنابِ مرتضیٰ کا ، فاطمہ کا

Marfat.com

تجھے ہے واسطہ آلِ نبی کا
شہِ گلگوں قبا کا ، ہر وَلی کا
کرم بر واحدِ عاصی و آثم
ندارد جز تو دیگر ہیچ عاصم

تم المثنوی فللہ الحمد والصلوٰۃ والسلام علی سید الثقلین نبی الحرمین جد الحسن والحسین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

خاکسار ابوالحسن واحدؔ رضوی کان اللہ لہ
خادم آستانہ عالیہ فیض آباد شریف،
محمد نگر، اٹک پنجاب پاکستان

Marfat.com

مناقب
سیّد الشہداء

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

مع

مثنوی شہِ گلگوں قبا

از تصنیفات

صاحبزادہ پیر ابوالحسن واحد رضوی

کتاب محل

Marfat.com